در کفے جامِ شریعت در کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

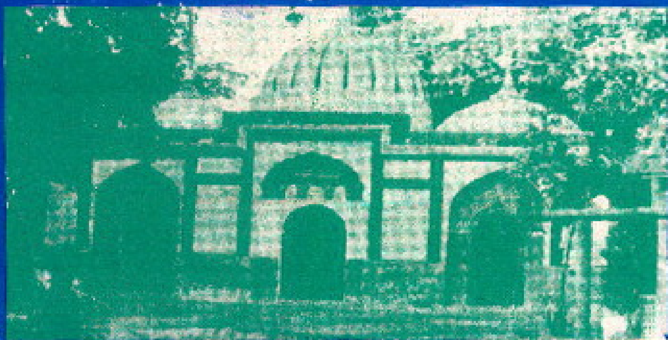

بیادگار

حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی
رحمۃ اللہ علیہ

پندرہ روزہ

پشاور

الحسن

شاہ محمد غوث اکیڈمی یکہ توت پشاور

شاہ محمد غوث اکیڈمی پشاور کا علمی مجلہ بیادگار حضرت ابوالبرکات سید حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ

رجسٹرڈ نمبر پی ۳۶۹

پندرہ روزہ

الحسن پشاور

مدیر اعلیٰ
فقیر محمد امیر شاہ
قادری گیلانی

منتظم اعلیٰ
سید غلام الحسنین
قادری گیلانی

شمارہ نمبر ۲۴۱-۲۴۲ — جلد نمبر ۲۱

یکم تا ۳۰ نومبر ۲۰۰۲ء — رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ

مدیر اعلیٰ فقیر محمد امیر شاہ قادری گیلانی نے رضوان پرنٹرز قصہ خوانی بازار پشاور سے
طبع کر کے یکہ توت پشاور سے شائع کیا

فہرست

نمبر شمار	عنوان	مضمون نگار	صفحہ نمبر
۱	شذرہ	اقبال ریاض	۲
۲	نعت شریف	ڈاکٹر خالد عباس الاسدی	۴
۳	خطبات الحسنیہ	مدیر اعلیٰ	۵
۴	شہ لولاک، معراج کے آئینہ میں	الحاج صوفی مشتاق احمد	۱۴
۵	معاملات میں پاکیزگی اور قرآنی احکام	حافظ ظفر حسین الحسینی	۳۲
۶	نعت شریف	پروفیسر محمد منظور علی شیخ	۳۶
۷	خلق نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	سید توصیف حسین شاہ	۳۷
۸	اہل سنت والجماعت کے عقائد	صاحبزادہ محمد فاروق مرتضوی	۴۲
۹	غزل	توصیف تبسم	۴۹
۱۰	ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق	علاؤ الدین عدیم	۵۰
۱۱	نسیما جانب بطحا گذر کن	علاؤ الدین عدیم	۵۵
۱۲	تبصرہ کتب	سید محمد انور شاہ قادری	۶۰
۱۳	غزل	وارث کرمانی	۶۳

شذرہ

امریکی عزائم اور عالم اسلام

اقبال ریاض

گیارہ ستمبر کے المیہ کے بعد عالم اسلام کو جن پر آشوب حالات سے گذرنا پڑ رہا ہے وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ دنیا کی سپر پاور امریکہ کی طرف سے بظاہر دہشت گردی کے نام پر مہم جاری ہے لیکن درحقیقت کمیونسٹ روس کی ٹوٹ پھوٹ کے بعد یہ سب کچھ عملی طور پر مسلمانوں کے خلاف ہے اور یہودیوں کے تحفظ اور تیل پر اجارہ داری کی خاطر وہ عالم عرب کو زیر وزبر کرنے کے علاوہ ایران اور پاکستان کو بھی بے دست و پا کر دینا چاہتا ہے۔ اسی مقصد کیلئے اسامہ بن لادن کو بہانہ بنا کر افغانستان کو تباہ کر دیا گیا ہے اور اب عراق پر ایک بار پھر ہر بہانے آتش و آہن کی بارش برسانے کی کوشش کی جارہی ہے حالانکہ عراق اقوام متحدہ کی قرارداد پر مکمل طور پر عمل پیرا ہے اور امریکی غیض وغضب سے بچنے کیلئے ہر جائز و ناجائز مطالبہ تسلیم کرتا جارہا ہے جبکہ ایران اور شام کو دی جانے والی دھمکیاں بھی پوشیدہ نہیں ہیں۔ دنیا بھر میں عراق پر متوقع امریکی حملوں کی مخالفت میں مظاہرے جاری ہیں لیکن امریکی وزیر خارجہ کہتے ہیں کہ عراق کی حمایت میں ہونے والے مظاہروں کی پرواہ نہیں۔

ادھر حالت یہ ہے کہ عالم اسلام میں بیدار ہونے کی کوئی عملی کوشش نہیں کی جارہی۔ بے حسی کی یہ صورت یقیناً افسوسناک ہے حالانکہ بھارت اور اسرائیل بھی مسلم دشمنی کے باعث متحد نظر آتے ہیں اور کشمیر اور فلسطین میں ظلم و بربریت کے علاوہ مسلم کشی کا عمل جاری

ہے۔ وقت کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے، کہ مسلمان ممالک اپنے ہر قسم کے اختلافات کو ختم کر کے متحد ہو جائیں۔ اختلافات وانتشار کی موجودہ حالت نے ہی اسرائیلی وزیراعظم ایرل شیرون کو اپنی پارلیمنٹ میں یہ کہنے کا موقع دیا تھا کہ مسلمانوں میں اب کوئی محمد بن قاسم اور صلاح الدین ایوبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ مسلم حکمرانوں کو یہ حقیقت فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

پاکستان اور عالم اسلام کے حکمرانوں اور رہنماؤں کو یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ دشمن ہمیشہ ان کے اختلافات سے ہی فائدہ اٹھایا کرتے ہیں ورنہ یکجہتی اور اتحاد کی صورت میں ہمیشہ انہیں کامیابی ہی حاصل ہوتی رہی ہے۔ غیروں کی طرف سے ان میں اختلافات کو ہوا دینے کے علاوہ مختلف قسم کے منفی پروپیگنڈے کی ایک مہم جاری ہے جس کے مؤثر سدباب کی اشد ضرورت کے ساتھ اتحاد اور یکجہتی بھی وقت کا سب سے بڑا تقاضا ہے

چھپا کر آستیں میں بجلیاں رکھی ہیں گردوں نے
عنادل باغ میں غافل نہ بیٹھیں آشیانوں میں

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ڈاکٹر خالد عباس الاسدی مدنی

سبھی حوالوں سے اچھا ترا حوالہ ہے
میں جس میں سوچ رہا ہوں ترا اجالا ہے

جسے خدا نے لکھا ہے بڑی محبت سے
کلام پاک تری ذات پہ مقالہ ہے

میں بے اماں نہیں اس گردشوں کے موسم میں
ترے ہی دست کرم نے مجھے سنبھالا ہے

بس ایک چشم کرم کا سوال ہے تجھ سے
مرے خساروں کا بس ایک ہی ازالہ ہے

یہ کس کی یاد کا مہتاب دل میں ہے روشن
کہ میرے چاروں طرف روشنی کا ہالہ ہے

قدم حضور کے چھو کر بلندیوں نے کہا
مقام آپ کا دونوں جہاں سے بالا ہے

ہر ایک چیز میں آئے نظر حضور کا عکس
نبی کے شہر کا ہر رنگ کچھ نرالا ہے

دیار نور میں شب کا گزر نہیں خالدؔ
یہاں کی شام سے بھی پھوٹتا اجالا ہے

خطباب الحسنیہ

مومنین کی صفات---نماز قائم کرنا

مدیر اعلیٰ

اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم---- بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ط

الٓمّٓ○ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ○ اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ○ وَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَ مَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ وَ بِالْاٰخِرَۃِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ○ اُولٰٓئِکَ عَلٰی هُدًی مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (البقرہ ۲: ۱-۳)

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَ لٰکِنْ رَّسُوْلَ اللهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ط وَ کَانَ اللهُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا (احزاب: ۴۰) اِنَّ اللهَ وَ مَلٰٓئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (الاحزاب: ۵۶) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ○ اَللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ○

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا — عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ
یَا اَکْرَمَ الْخَلْقِ مَا لِیْ مَنْ اَلُوْذُ بِهٖ — سِوَاکَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمِمِ
هُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُهٗ — لِکُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ فِی الْاَوَّلِیْنَ وَ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ وَ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ فِیْ کُلِّ وَقْتٍ وَّ حِیْنٍ وَ صَلِّ عَلٰی وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ فِی الْمَلَاِ الْاَعْلٰی اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ○ سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ط وَ سَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ط وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ط

اللہ جل جلالہ وعم نوالہ وعز اسمہ وجل مجدہ اپنے پیارے حبیب جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل اور برکت سے مجھے بھی اور آپ کو بھی اپنا کلام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے، دنیا اور آخرت میں بھی پیارے محبوب ﷺ کا دامن رحمت ہمارے ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ پچھلے جمعوں سے ان آیات کا ترجمہ اور تفسیر بیان کر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی اِن پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، جو پڑھتے ہیں اور سنتے ہیں۔

مسلمان کی زندگی ایمان کے اُوپر ہے، مسلمان کی زندگی کی بنیاد ایمان ہے اور ایمان کے بعد عمل صالح ہے۔ ان الذین امنوا و عملوا الصلحت یعنی بیشک وہ لوگ جو مومن ہیں جو ایمان لائے اور عمل صالح کیا اللہ تعالیٰ کی ذات کو وحدہ لاشریک سمجھا، ذات میں بھی اور صفات میں بھی مالک ومختار سمجھا۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی ذات کو شفاء دینے والا سمجھا اور بیماری دینے والا سمجھا، اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی ذات کو اولاد دینے والا سمجھا اور اولاد لینے والا سمجھا، اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی ذات کو حکومت عطا کرنے والا اور حکومت لینے والا سمجھا۔ غرض جو کچھ بھی ہے اِس بات پر یقین کامل رکھنا ہے کہ سب کچھ اللہ جل جلالہ کی ذات اقدس ہے--- یہ ہے ایمان۔

اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا، اُن کو وحی سے نوازا، اُن پر اپنے الہامات کیے، اپنے فضل کیے اُن کو درجات عظیم عطا فرمائے--- ایمان یہ ہے اور پھر جو کچھ پیارے نبی ﷺ نے بتایا اِس کے اُوپر عمل کیا، یہ عمل صالح ہے۔ ازخود عمل صالح کا یقین ہم نے نہیں کرنا، ہم خود نہیں کہہ سکتے کہ یہ چیز نیک عمل ہے یا نہیں جب تک حضور ﷺ نہ فرمائیں کہ یہ نیک عمل ہے۔ دیکھئے ایک آدمی ہے جو پیارے نبی ﷺ کو نہیں مانتا مگر سچ بولتا ہے۔ سچ بولنا تو عمل صالح ہے، سچ بولنا نیک عمل ہے۔ ایک آدمی بڑے بڑے ہسپتال بناتا ہے جس میں ہزاروں بیمار آتے ہیں اور شفایاب ہوتے ہیں اور چلے جاتے ہیں، علی ھذا القیاس ایک بہت بڑا یتیم خانہ بناتا ہے جس میں یتیم پرورش پاتے ہیں، کھاتے ہیں، پیتے ہیں مگر پیارے محبوب ﷺ کو نہیں مانتا تو اِس کا یہ نیک عمل اللہ جل جلالہ کے ہاں مقبول نہیں۔ لہٰذا نیک عمل کی تعریف یہ ہے کہ حضور ﷺ پر ایمان لا کر حضور ﷺ کی اطاعت میں جو

اچھے کام کئے جائیں تو وہ نیک کام ہیں یا اعمال صالح ہیں، فرمایا ان الذین امنوا و عملوا الصلحت نماز بھی ہم پڑھتے ہیں۔ اصلی بات اب عرض کرتا ہوں نماز ہم پڑھتے ہیں اور متقی کی صفات اللہ جل جلالہ نے نماز بتائی ہے اور فرمایا وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ متقی وہ ہے، پرہیز گار وہ ہے، اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنے والا وہ ہے جو نماز کو قائم رکھتا ہے، نماز پڑھتا ہے نماز کی شرائط کے ساتھ، نماز کی پابندی کے ساتھ جو نماز کے اندر فرض ہیں، جو نماز کے باہر فرض ہیں، جو نماز کے اندر سنتیں ہیں، جو نماز کے باہر سنتیں ہیں، جو واجبات ہیں ان تمام کو پورا کرنے کا نام پیارے حبیب ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے ساتھ --- یہ کیا ہے؟ --- یہ نماز ہے۔

اب دیکھئے ایک شخص ہے حضور ﷺ کو خاتم النبین نہیں مانتا باقی سب کچھ مانتا ہے، خدا کو مانتا ہے، رسول کو مانتا ہے، قیامت کو مانتا ہے، جنت کو مانتا ہے، دوزخ کو مانتا ہے، عبادت بھی کرتا ہے، نماز بھی پڑھتا ہے، روزے بھی رکھتا ہے، حج بھی کرتا ہے سب کچھ کرتا ہے مگر پیارے نبی ﷺ کو خاتم النبین نہیں مانتا، اسکی نماز عمل صالح ہرگز نہیں۔ بس یہ بات سمجھنے کے قابل ہے کہ عمل صالح کیا چیز ہے؟ عمل صالح کے معنی یہ نہیں ہے کہ ہر آدمی نیک عمل کرتا چلا جائے --- نہیں! عمل صالح کا معنی یہ ہے کہ پیارے محبوب ﷺ کے ارشاد کے مطابق وہ نیک عمل کرے تب وہ عمل صالح ہے اور تب قابل قبول ہے، ورنہ قابل قبول نہیں۔ جتنی نمازیں اسکی مرضی ہے پڑھتا جائے، تہجد بھی پڑھے، اشراق بھی پڑھے، چاشت بھی پڑھے، سنت بھی پڑھے، فرض بھی پڑھے، نوافل بھی پڑھے مگر پیارے محبوب ﷺ کا علم نہیں ہے یعنی حضور ﷺ کے علم کا الٹ کرتا ہے تو اس کی نماز نماز نہیں ہے، اسکا روزہ روزہ نہیں ہے، اسکی خیرات خیرات نہیں ہے، کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے ہاں مقبول نہیں جو پیارے محبوب ﷺ کے حکم کے مطابق نہ ہو اور فرمایا وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ نماز پڑھو، پیارے محبوب ﷺ کے حکم کے مطابق جس طرح پیارے محبوب ﷺ نے نماز کو قائم کیا ہے تم بھی نماز کو اسی طرح قائم کرو۔ اگر اسطرح نماز قائم نہ کرو گے تو تمہاری نماز نماز نہیں۔

پچھلے جمعہ میں میں نے عرض کیا تھا کہ نماز سے پہلے چار فرض ہیں، وضو کے اندر اور صحیح وضو کرنا

اس کیلئے تاکید فرمائی بلکہ بہت تاکید فرمائی یعنی کہنیوں سمیت ہاتھ کو دھونا، پیشانی کے بالوں سے لے کر ٹھوڑی تک، ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک پورے منہ کو دھونا۔ اگر ایک سوئی کے ناکے کے برابر بھی جگہ خشک رہ گئی تو وضو نہیں ہوگا اور جب وضو نہیں ہوگا تو نماز نہیں ہوگی، چوتھائی سر کا مسح کرنا اور ٹخنوں سمیت پاؤں کو دھونا۔

پیارے محبوب ﷺ تشریف لائے ایک مقام پر وہاں عصر کی نماز کی دیر ہوگئی تھی۔ حدیث پاک میں آتا ہے، عصر کی نماز کی دیر ہوگئی تھی۔ صحابہ ؓ نے جلدی جلدی وضو کیا، جلدی جلدی وضو کرنے سے اُن کی ایڑیاں خشک رہ گئی تھیں۔ پیارے محبوب ﷺ نے بلند آواز سے تین مرتبہ ارشاد فرمایا ویل للاعقاب من النار اسبغو الوضوء یعنی جہنم ہے اُن لوگوں کیلئے جن کی ایڑیاں خشک رہ گئی ہیں۔

وضو کا پورا کرنا یہ ہے کہ کوئی جگہ ٹھوڑی سے ناخنوں تک اور ہتھیلیوں تک خشک نہ رہے۔ یہ چار فرض ہیں: گردن کا مسح کرنا مستحب ہے، انگلیوں کا خلال کرنا سنت ہے، ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے، تین دفعہ ڈالیں ضروری ہے۔ یہاں پر فقہ نے لکھا ہے آنکھوں کی پتلیوں کو بھی تر کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ بھی چہرے کے اندر داخل ہیں ان کو بھی تر کرنا ضروری ہے اگر یہ تر نہ ہوں گی تو وضو نہیں ہوگا، یہ تمام چیزیں پوری کرو گے تو تمہارا وضو ہوگا۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص نے وضو کیا بحسن الوضوء اور بہت اچھا وضو کیا، پورے کا پورا وضو کیا جیسا کہ وضو کرنے کا حق ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور نہایت خشوع اور خضوع سے فرض اور واجبات اور سنتوں کو پورا کرتے ہوئے نماز پڑھی۔ پیارے محبوب ﷺ نے فرمایا کہ یہ نماز قیامت کے دن اُسکی شفاعت کرے گی--- اللہ اکبر! فرمایا یہ نماز قیامت کے دن اس کیلئے نور ہوگی جو پُل صراط سے اِسے گزار دے گی۔ اس نماز کی کتنی فضیلتیں ہیں اور کتنی برکتیں ہیں مگر حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق--- از خود نہیں، کوئی نہیں، کوئی عمل از خود نہیں کرتا۔ یہ ایک نکتہ ہے، اب آپ کو ایک زبردست مثال دیتا ہوں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

ایک مرد اور عورت ایک جگہ ہوتے ہیں مگر اُن کا حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق نکاح نہیں ہوا

مثلاً ایک مرد اور ایک عورت تنہائی میں کوٹھڑی میں ایک جگہ جمع ہوتے ہیں مگر اُن کا نکاح نہیں ہے اور اب وہ کیا ہے، ہیں تو مسلمان، کلمہ پڑھنے والے، نماز بھی پڑھنے والے ہونگے، نیکی بھی کرنے والے ہونگے، سب کچھ کرنے والے ہونگے مگر حضور پاک ﷺ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق وہ ایک جگہ نہیں ہوئے تو وہ بدکاری کر رہے ہیں، ثواب نہیں کر رہے، مگر حضور پاک ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق دو گواہوں کے سامنے مہر مقرر کیا گیا، حجاب قبول کیا گیا، اب وہی مرد اور عورت ایک جگہ ہو رہے ہیں اب وہ فریضہ حیات ادا کر رہے ہیں، یہ کیا ہے؟ حضور پاک ﷺ کے ارشاد کے مطابق --- حالانکہ فعل تو ایک ہی ہے، ایک ہی فعل ہے جو کہ اُنہوں نے نکاح کے بعد کرنا ہے مگر بغیر نکاح کے کرے گا تو رجم ہوگا، پتھر مارے جائیں گے، بغیر نکاح یہ فعل کرے گا تو کوڑے مارے جائیں گے، اگر نکاح کرے گا تو برکتیں اور دعائیں ثواب اور مبارک بادیں لے گا۔ یہ کیا ہے؟ حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق، حالانکہ کام ایک ہے، فعل ایک ہے لیکن جو فعل اور کام حضور پاک ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق نہیں تو یہ نیک فعل گناہ ہے۔ پیارے محبوب ﷺ نے اپنی تمام زندگی مبارک میں ایک ایک چیز بیان فرمادی اور حضور ﷺ نے خود عمل کر کے بھی بتادیا۔

حضور پاک ﷺ کو معلوم تھا کہ ایسی مخلوق آئے گی، ایسے لوگ آئیں گے، ایسے ذہن ہونگے جو بغاوت اختیار کریں گے تو پیارے محبوب ﷺ نے سب باتیں روز روشن کی طرح کھول کھول کر بتائیں۔ حضور پاک ﷺ کو بھی حکم دیا گیا کہ وہ ایسا نبی پاک ﷺ ہے جو تم کو عطا کیا گیا ہے مسلمانوں "فتبینوا فی الناس" کھول کھول کر بیان کرتا ہے مخلوق خدا کو۔ حضور ﷺ ایک ایک بات تین تین مرتبہ بیان کرتے تھے۔ ایک ایک بات حضور پاک سید دو عالم ﷺ تین تین بار فرمایا کرتے تھے تاکہ لوگوں کے ذہنوں میں پورے طور پر بات ذہن نشین ہو جائے اور سمجھ جائیں کہ شریعت کیا ہے؟ احکام الٰہی کیا ہیں؟ قرآن حکیم کیا ہے؟

پیارے محبوب ﷺ نے انتہائی طور پر محنت فرمائی اور ہر آدمی کی عقل کے مطابق پیارے

محبوب ﷺ نے گفتگو کی اور پھر ایسی زندگی گزاری۔ پیارے محبوب ﷺ نے بیوی کے ساتھ بھی زندگی گزاری، قوم کے لوگوں کے ساتھ دن کو زندگی گزاری، حقوق اللہ اور حقوق العباد کما حقہ ادا فرمائے اور اولاد کے ساتھ بھی زندگی گزاری اور اللہ کی عبادت بھی کی۔

دو چار آدمی آئے اور اُنہوں نے آکر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا حضور ﷺ کی عبادت کا کیا عالم ہے؟ (اللہ اکبر، اللہ اکبر) پیارے محبوب ﷺ کی عبادت کا کیا عالم ہے؟ اُنہوں نے فرمایا حضور ﷺ روزہ بھی رکھتے ہیں اور افطار بھی کرتے ہیں۔ حضور ﷺ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ بھی وقت گزارتے ہیں، حضور ﷺ سوتے بھی ہیں، آرام بھی کرتے ہیں، عبادت بھی کرتے ہیں، قوم کے فیصلے بھی کرتے ہیں، وفود بھی آتے ہیں اُن سے ملاقات بھی کرتے ہیں۔ علی ھذا القیاس، اُنہوں نے اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ ہماری عبادت حضور ﷺ سے زیادہ ہے۔ ہم تو ساری ساری رات عبادت کرتے ہیں، ہم صائم الدھر ہیں، اُنکے ذہن میں یہ فکر آئی کہ گویا حضور ﷺ عبادت کم کرتے ہیں (معاذ اللہ) حالانکہ یہاں تو کمال انسانیت ہے حضور ﷺ تو انسانیت کی معراج پر فائز ہیں اور کامل ترین انسان ہیں اور آپ ﷺ کی سیرت طیبہ تو تمام دنیا کیلئے نمونہ ہے۔

پیارے محبوب ﷺ نے اپنی بیویوں کے ساتھ بھی وقت گزارا، دن میں لوگوں کے کام بھی کئے اور فرمایا کہ یہی زندگی ہے۔ (اللہ اکبر، اللہ اکبر) یہی زندگی ہے سوچنے کی بات ہے۔ پیارے محبوب ﷺ نے کوئی طریقہ چھوڑا نہیں۔ ہر طریقے میں حضور ﷺ ہمارے لئے نمونہ ہیں۔ اسی لئے حضور ﷺ نماز میں بھی ہمارے لئے نمونہ ہیں۔ فرمایا "وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ" نماز میں بھی حضور ﷺ ہمارے لئے نمونہ اکبر ہیں کہ جس طرح حضور ﷺ نے نماز پڑھی ہے اسی طریقے سے ہم نے نماز پڑھنی ہے نہ کہ ہم اس طریقے کو چھوڑ کر کوئی اور طریقہ اختیار کرتے جائیں۔ یہ آج کل ہم میں بہت بے فکری کی بات پیدا ہوگئی ہے۔ وہ کہتے ہیں (یعنی) آج جو (نام نہاد) تعلیمیافتہ طبقہ پیدا ہوگیا ہے وہ کہتا ہے حسبنا کتاب اللہ یعنی ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے۔ نہیں نہیں! اللہ تعالیٰ کی

کتاب الحمدللہ ہمیں کافی ہے مگر اللہ تعالیٰ کی کتاب کے ساتھ جناب محمد رسول ﷺ کا عمل بھی ہمارے لئے ضروری ہے۔ حضور ﷺ کی سیرت ہمارے لئے کافی ہے، اگر حضور ﷺ کی سیرت اور عمل نہ ہوتا تو یہ قرآن اس صورت میں ہمارے سامنے نہ ہوتا۔ حضور ﷺ نے بتایا کہ قرآن اس طریقے سے اترا۔

ایک شخص ہے اور وہ حج کو جاتا ہے مگر ذوالحجہ کی آٹھ تاریخ کو احرام باندھتا ہے اور عرفات کو جاتا ہے اور نو تاریخ کی شام کو عرفات سے واپس آجاتا ہے۔ ایک دوسرا شخص ہے اس نے بھی احرام باندھا ہوا ہے مگر وہ نو ذی الحجہ کو نہیں دس ذی الحجہ کو عرفات جاتا ہے، احرام اس نے بھی باندھا ہے سب کچھ ہے، دس کی شام کو نکلا کیا اس کا حج ہوگا؟ نہیں نہیں حج تب ہوگا جیسے ہمارے محبوب ﷺ نو ذوالحجہ کو عرفات کے میدان میں زوال آفتاب سے لیکر غروب آفتاب تک احرام میں ٹھہرے۔ یہ بھی نو تاریخ زوال آفتاب سے لے کر غروب آفتاب تک احرام کے اندر ٹھہرے گا تو اسکا حج ہوگا ورنہ حج نہیں ہوگا۔ اب جو کہتے ہیں "حسبنا کتاب اللہ" کتاب اللہ میں کہاں لکھا ہوا ہے، قرآن مجید سے ثابت کردو کہاں لکھا ہے کہ نو ذی الحجہ کو جو ٹھہرے گا اسکا حج ہوگا، یہ کس نے بتایا ہے؟ یہ پیارے محبوب ﷺ کے عمل نے ہمیں بتایا ہے۔

آج کل ایک فتنہ پیدا ہو گیا ہے اور اس کی طرف توجہ دلانی ہے، بڑے رونے کی بات ہے، اب تو پاکستان کے اندر ایک بڑی شیطانیت پیدا ہو گئی ہے، (یعنی) "بہائیت"۔ پچھلے جمعہ سے پہلے میں نے ایک اخبار میں پڑھا کہ انٹرکانٹی نینٹل ہوٹل پشاور میں بہائیوں کا ایک اجتماع ہوا۔ ہمارے سب سے بڑے تعلیمی ادارے کے وائس چانسلر پشاور یونیورسٹی کے طاہر خیلی گئے ہیں اور اُنہوں نے بہائیوں کی صدارت کی ہے۔ اب کل میں نے پڑھا ہے کہ کل دوسری میٹنگ ہوئی ہے اور اس میں بڑے بڑے وکلاء گئے ہیں۔ بہائی کافر مطلق ہیں، بہائیوں نے کہا ہے کہ حضور ﷺ کا زمانہ ۱۲۶۰ھ میں ختم ہوگیا، اب اقدس کا زمانہ ہے۔ اُنہوں نے لکھا ہے ۱۲۶۰ھ میں قرآن کا زمانہ ختم ہو گیا، اب اقدس کا زمانہ ہے، بہاؤاللہ کا زمانہ ہے، یہ قادیانیوں سے بھی بدتر ہیں اور پاکستان کے اندر کھلے بندوں

پھیرتے ہیں۔ ہم مجبور ہیں کہ ہم اپنے لوگوں کو خبردار کریں کہ ان سے بچیں، یہ کتنے ظلم کی بات ہے۔ قادیانیوں کیلئے ہم ڈنڈے لے کر پھرے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور پیارے محبوب ﷺ کے صدقے سے، علماء ومشائخ کی کوششوں سے اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اُن کو کافر کا فر بنادیا اور یہ ایران سے جو لوگ بھاگ کر آئے ہیں، سب پاکستان میں پناہ لے رہے ہیں۔ اب اسلام کی حکومت کے دعویداروں کا فرض ہے کہ وہ ان کی کڑی نگرانی کریں، ایسے لوگ ہمارے اندر پیدا ہو گئے ہیں جو اس قسم کی باتیں کرتے ہیں۔

ایک اور مثال دے کر اسکو ختم کرتا ہوں دو چار منٹ میں، دیکھئے سارے قرآن مجید کو آپ پڑھیں اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے، سارے قرآن میں کہیں نہیں لکھا کہ پالتو گدھا حرام ہے مگر پیارے محبوب ﷺ نے حجۃ الوادع کے دن خطبہ ارشاد فرمایا کہ پالتو گدھا حرام ہے۔ سارے قرآن مجید میں کہیں نہیں لکھا کہ شراب پینا حرام ہے، حضور ﷺ نے فرمایا آج میں تم پر شراب حرام کر رہا ہوں، آج میں تم پر پالتو گدھا حرام کر رہا ہوں، آج میں تجھ پر متعہ کو حرام کر رہا ہوں۔ تو یہ عمل وہ ہے جو حرمت میں، حلال ہونے میں پیارے نبی ﷺ نے بتایا ہے۔ حضور ﷺ نے ہمیں نماز پڑھ کر بتائی، قضا نماز بھی حضور ﷺ نے پڑھ کر بتائی، حضور ﷺ نے وقت سے پہلے نماز پڑھ کر بتائی، حضور ﷺ نے وسط میں نماز پڑھ کر بتائی، حضور ﷺ نے آخری وقت میں بھی نماز پڑھ کر بتائی اور اُمت کو بتایا کہ تم نے ان اوقات میں نماز ادا کرنا ہے اور قضا نہیں کرنی۔ حضور ﷺ نے تہجد کی نماز پڑھ کر بتائی اور کس شان کے نبی تھے، رات کی عبادت حضور ﷺ نے کس شان سے کی۔

ساری اُمت حضور ﷺ کے ایک ایک عمل پر قربان ہو جائے تو اُسکا شکریہ نہیں ادا کر سکتی۔ پیارے محبوب ﷺ صبح آئے، جناب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ پیارے محبوب ﷺ کو دیکھا پیارے محبوب ﷺ کے پاؤں سوجے (متورم) ہوئے تھے۔ حضور ﷺ کے پاؤں مبارک "تبرحبا قدمنا" پیارے محبوب ﷺ کے پاؤں سوجے ہوئے تھے۔ جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رو کر عرض کیا یا رسول ﷺ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر اتنی مہربانی فرمائی، اتنی مہربانی فرمائی ہے کہ

آپ ﷺ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن کی آیت نازل فرمائی

لِیَغْفِرَ لَکَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ (الفتح ۴۸:۲)

اے پیارے محبوب ﷺ آپ تو آپ ہیں آپ ﷺ کے وسیلے سے آپ ﷺ کی اُمت کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف فرماتے ہیں اور پھر یہ عالم ہے کہ آپ ﷺ اتنی عبادت کرتے ہیں کہ پاؤں مبارک سوجے ہوتے ہیں (اللہ اکبر)۔ پیارے محبوب ﷺ نے کیا جواب دیا، یہ کیا ہے؟ تعلیم اُمت ہے ہمیں سکھانا تھا، نماز کی ترغیب، خدا کے ہاں سجدہ کرنا، خدا کے ہاں عاجزی کرنا، اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنی درماندگی کا اظہار کرنا ہے۔ پیارے محبوب ﷺ نے فرمایا ''عمر کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں'' بڑی نعمتیں اس نے مجھ پر کی ہیں، مجھے نبوت سے نوازا ہے، مجھے رحمت للعالمین بنایا ہے، مجھے شفیع المذنبین بنایا ہے، مجھ شفاعت کبریٰ نصیب فرمائی ہے مجھ پر جو نعمتیں اور رحمتیں اللہ جل جلالہ کی ہیں کسی اور نبی پر نہیں، جتنی مجھ پر نوازشیں ہیں اور جیسی مجھ پر عنایات ہیں اتنا ہی زیادہ شکریہ میں نے ادا کرنا ہے تو جس جس پر جتنا خداوند تعالیٰ کا کرم اور جتنی مہربانیاں ہیں اتنا ہی اُس کے فضل وکرم کا شکریہ اس نے ادا کرنا ہے۔ یہ شکریہ ادا کیا جائے تو کس صورت میں؟ اسکے حضور سجدے کئے جائیں اُسکے حضور عبادت کی جائے۔ فرمایا جو خدا سے ڈرنے والے ہیں وہ نماز قائم رکھتے ہیں اگر نماز کو قائم کیا تو اللہ جل جلالہ کا خاص فضل ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ لوگوں کو بھی نماز قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ایسی نماز جو بارگاہ رب العالمین میں قبولیت کا درجہ رکھتی ہو جو غفلت سستی اور لاپرواہی سے پاک ومبرا ہو۔ (آمین)

شہہ لولاک ﷺ معراج کے آئینہ میں

پرنسپل (ریٹائرڈ) الحاج صوفی مشتاق احمد صدیقی

محترم قارئین! اس سے قبل الحاج صوفی مشتاق احمد صدیقی کا عشقِ رسول کریم ﷺ میں ڈوبا ہوا مضامین کا سلسلہ ''شہہ لولاک ﷺ مشاہیر کی نظر میں'' الحسن کے صفحات کی زینت بنتا رہا۔ اب صوفی صاحب کے مضمون کا نیا سلسلہ بعنوان ''شہہ لولاک ﷺ معراج کے آئینہ میں'' قسط وار شائع کیا جارہا ہے۔ امید ہے کہ گذشتہ مضامین کی طرح یہ بھی قارئین کے ذوقِ سلیم پر پورا اترے گا۔ ہم مصنف کیلئے دعاگو ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ جل جلالہ پیارے محبوب ﷺ کے طفیل انہیں دنیوی اور اخروی کامیابیوں سے سرفراز فرمائے --- آمین۔ (ادارہ)

معراج ہے اس کو جو ملا رتبہ اعلیٰ
یہ رتبہ کسی اور پیمبر نے نہ پایا
اللہ سے جو قرب محمد تھا، کہوں کیا
قوسین کا ہے فرق جہاں رتبہ اولا
جبرئیل امیں کو بھی نہ واں دخل کی جا ہے
یا احمد مختار ہے یا ذات خدا ہے
(میر انیس)

خالق کائنات چاہتے ہیں کہ اس کی مخلوق اس کی عظمتِ جلالت، شان لوالت، جودت جمال و کمال کی بے مثال صناعی اور بوقلموں ندرت کو نہ صرف بلاکم و کاست تسلیم کرے بلکہ اس کی حمد و ثناء کا

برملا مظاہرہ کرتے ہوئے تسلیم ورضا کا حق بھی ادا کرے۔

منشاء ایزدی کے مطابق تخلیق کائنات کا اولین مقصد معرفت الٰہی ہے۔ ایک حدیث قدسی میں خدائے قادروذوالجلال کی اس چاہت کی طرف واضح طور پر اشارہ کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے "کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق یعنی میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں پس میں نے مخلوقات کو پیدا کیا۔ معرفت الٰہی کا تقاضا ہے کہ انسان اطاعت الٰہی کی راہ پر خلوص نیت سے گامزن ہو جائے۔ یہ تبھی ممکن ہو سکتا ہے کہ اطاعت رسول ﷺ کا دامن مضبوطی سے تھام لیا جائے، جب انسان اطاعت الٰہی اور اطاعت رسول ﷺ کے لوازمات کا حق ادا کر دیتا ہے تو وہ رضائے الٰہی کا مستحق بن جاتا ہے اور جو بندۂ خاص رضائے الٰہی کے بلند ترین مقام پر متمکن ہونے کا شرف حاصل کر لیتا ہے اس تقدس مآب ہستی کا تذکرہ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کتنے دل پذیر انداز میں کرتے ہیں، ملاحظہ کریں

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

ان حقائق کو پیش نظر رکھتے ہوئے دیکھتے ہیں کہ خالق کائنات اپنے عبد خاص کا ذکر کس پیارے انداز میں کرتے ہیں

سُبحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ (سورہ بنی اسرائیل آیت ۱)

ترجمہ: پاک ہے ہر عیب سے و[illegible]ت جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو رات کے قلیل عرصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کہ جس [illegible] گردونواح کو ہم نے بابرکت بنا دیا تاکہ ہم اپنے بندے کو اپنی قدرت کی نشانیاں دکھائیں، بے شک وہی سب کچھ سننے والا اور سب کچھ دیکھنے والا ہے۔

(ماخوذ از ضیاء القرآن)

وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی ۝ مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَا غَوٰی ۝ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ۝ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۝ عَلَّمَہٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی ۝ ذُوْمِرَّۃٍ فَاسْتَوٰی ۝ وَھُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی ۝ ثُمَّ دَنَا

فتدلّٰی ۝ فکان قاب قوسین او ادنٰی ۝ فاوحٰی الٰی عبدہٖ ما اوحٰی ۝ ما کذب الفؤاد ما رایٰ ۝ افتمرونہ علٰی ما یرٰی ۝ و لقد راٰہ نزلۃ اخرٰی ۝ عند سدرۃ المنتھٰی ۝ عندھا جنۃ الماوٰی ۝ اذ یغشی السدرۃ ما یغشٰی ۝ ما زاغ البصر و ما طغٰی ۝ لقد راٰی من اٰیٰت ربہ الکبرٰی (سورہ والنجم آیات ۱ تا ۱۹)

ترجمہ: ہم کو (شہاب) ستارے کی قسم جب وہ (آسمان سے) ٹوٹتا ہے کہ تمہارے رفیق (محمد ﷺ) نہ تو (راہ راست سے) بھٹکے اور نہ بہکے اور نہ اپنی خواہش نفسانی سے باتیں بناتے ہیں (بلکہ) یہ (قرآن جو پڑھ کر سناتے ہیں) وحی (آسمانی) ہے جو ان پر نازل ہوتی (اور) ان کو (جبریل فرشتہ) تعلیم کرتا ہے جس کی (روحانی) طاقتیں (بڑی) زبردست ہیں (اور) اس کی (جسمانی) قوت (بھی بڑی) زبردست ہے کہ جس وقت وہ (آسمان کی) ایک طرف اونچی جگہ میں تھا (اپنی اصلی صورت میں) سارے کا سارا (پیغمبر کے سامنے) آ کھڑا ہوا پھر (ان سے) نزدیک ہوا اور (اتنا ان کی طرف کو) جھکا کہ (دونوں میں) دو کمان کی قدر فاصلہ رہ گیا بلکہ (اس سے بھی) کم۔ اس وقت خدا نے اپنے بندے (محمد ﷺ) کی طرف (جبریل کے ذریعہ سے) جو وحی کرنی تھی سو کی۔ پیغمبر ﷺ نے جو کچھ دیکھا تھا (ان کے) دل نے اس میں کچھ جھوٹ نہیں ملایا۔ پیغمبر ﷺ جو (جبریل کو) دیکھا کرتے ہیں تو کیا تم لوگ ان سے اس بات پر جھگڑتے ہو حالانکہ (جھگڑنے کی کوئی بات نہیں کیونکہ) انہوں نے تو (معراج کے وقت) سدرۃ المنتہٰی کے پاس جہاں (نیک بندوں کے) رہنے کی جگہ بہشت ہے جبریل کو ایک دفعہ اور بھی (اصلی صورت پر اپنے پاس آیا ہوا) دیکھا جب کہ (اس) سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا (یعنی نور) اس وقت بھی پیغمبر کی نظر نہ (کسی طرف کو) بہکی اور نہ (جگہ سے) اچٹی۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ پیغمبر نے (اس موقع پر) اپنے پروردگار (قدرت) کے بڑے بڑے عجائبات دیکھے۔ (ماخوذ از تفسیر مولانا نذیر احمد محدث دہلوی)

سرخیلِ علماء ہندوستان حضرت العلامہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ ان آیات پاک کی تشریح یوں فرماتے ہیں

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ--- اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ پاک است آ کہ برد بندہ خود را شبے از مسجد حرام بسوئے مسجد اقصیٰ کہ برکت نہادیم گرداگرد آں تا بنمائش بعض نشانہائے خود، ہر آئیہ او ست شنوا بینا" یعنی پاک ہے وہ ذات کہ جو لے گیا اپنے بندہ (خاص) کو ایک رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف کہ ہم نے بابرکت بنادیا اس کے ماحول کو تاکہ ہم اسے اپنی قدرت کی بعض نشانیاں بتائیں، بیشک وہی سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

سورہ والنجم --- وَالنَّجۡمِ اِذَا ہَوٰی مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمۡ وَ مَا غَوٰی ○ قسم ستارہ چوں فرو افتد گمراہ نشد ایں یارِ شما و غلط نہ کرد راہ را۔ یعنی قسم ہے تارے کی جب وہ گرے، نہیں نہ بہک گیا یار تمہارا اور نہ راہ سے پھر گیا۔

وَ مَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡہَوٰی ○ اِنۡ ہُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی ○ سخن نمیگوید از خواہش نفس نیست قرآن مگر وحی کہ بسوئے او فرستادہ میشود یعنی نہیں بولتا خواہش اپنی سے وہ مگر وحی کہ بھیجی جاتی ہے۔

عَلَّمَہٗ شَدِیۡدُ الۡقُوٰی ○ ذُوۡ مِرَّۃٍ ؕ فَاسۡتَوٰی ○ آموختہ است او را فرشتہ باقوت صاحب حسن، پس راست استاد آن یعنی سکھایا اس کو سخت قوتوں والے نے جو صاحب قوت ہے، پس پورا نظر آیا فرشتہ۔

وَ ہُوَ بِالۡاُفُقِ الۡاَعۡلٰی ○ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ○ و او بر کنارہ بلند آسمان بود، باز نزدیک شد و فرود آمد یعنی اور وہ بیچ کنارہ بلند کے تھا، پھر نزدیک ہوا پس اتر آیا۔

فَکَانَ قَابَ قَوۡسَیۡنِ اَوۡ اَدۡنٰی ○ فَاَوۡحٰۤی اِلٰی عَبۡدِہٖ مَاۤ اَوۡحٰی ○ پس رسید بمسافت دو کماں یا نزدیک تر ازاں پس پیغام رسانید بسوئے بندہ خدا آنچہ رسانید یعنی پس تھا قدر دو کماں کے یا زیادہ نزدیک پس وحی پہنچائی ہم نے طرف بندے اپنے کے جو پہنچائی۔

مَا کَذَبَ الۡفُؤَادُ مَا رَاٰی ○ اَفَتُمٰرُوۡنَہٗ عَلٰی مَا یَرٰی ○ دروغ داخل نکرد دل پیغامبر در آنچہ معائنہ کرد یعنی نہیں جھوٹ بولا دل پیغمبر نے جو کچھ کہ دیکھا، کیا پس جھگڑتے ہو تم اس چیز پر کہ جو دیکھا ہے؟

وَ لَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی ۝ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی ۝ وہر آئینہ دیدہ بود ایں فرشتہ را یکبار دگر نزدیک سدرۃ المنتہیٰ یعنی اور البتہ تحقیق دیکھا ہے اس نے اس فرشتہ کو ایک بار اور نزدیک سدرۃ المنتہیٰ کے۔

عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰی ۝ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰی ۝ نزدیک آن سدرہ است، بہشت آرامگاہ فرشتہ را دید یعنی نزدیک اس کے دیکھا جنت الماوٰی کہ فرشتہ کی آرامگاہ ہے جو جس وقت کہ ڈھانکا تھا بیری کو جو کچھ ڈھانک رہا تھا۔

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰی ۝ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی کجروی نکرد چشم پیغمبر واز مقصد تجاوز نمود ہر آئینہ معائنہ کرد بعض نشانہائے بزرگ پروردگارِ خود یعنی نہیں کجی حضور نبی کریم ﷺ کی نظر نے نہ زیادہ بڑھ گئی، تحقیق دیکھا اس نے اپنے پروردگار کی بڑی نشانیوں کو۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ان آیات گرامی کی توضیح یوں کرتے ہیں

سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ ---- هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ

وہ پاک ذات ہے جو اپنے بندہ (محمد ﷺ) کو شب کے وقت مسجد حرام (یعنی مسجد کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک جس کے گرداگرد (یعنی ملک شام) ہم نے برکتیں عطا کر رکھی ہیں، لے گیا تاکہ ہم ان کو اپنے کچھ عجائبات قدرت دکھلا دیں (دینی عجائب یہ کہ وہاں بکثرت انبیاء مدفون ہیں، دنیوی عجائب یہ کہ وہاں اشجار و انہار و پیداوار کی کثرت ہے) بے شک اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے اور بڑے دیکھنے والے ہیں۔ (مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے جانے کو اسراء اور آگے آسمانوں پر جانے کو معراج سے تعبیر کیا گیا ہے)۔

سورہ النجم ---- وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی ۝ قسم ہے (مطلق) ستارہ کی جب وہ غروب ہونے لگے۔ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَ مَا غَوٰی ۝ یہ تمہارے ساتھ کے رہنے والے نہ راہ (حق) سے بھٹکے اور نہ غلط راستہ ہو لئے (اس قسم میں نظیر موجود ہے مضمون جواب قسم مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَ مَا غَوٰی ۝ کی یعنی جس طرح ستارہ طلوع سے غروب تک اس تمام تر مسافت میں اپنی قاعدہ رفتار سے

ادھر اُدھر نہیں ہوا اسی طرح آپ ﷺ اپنی عمر بھر میں ضلال وغوایت سے محفوظ ہیں۔ اس میں نیز اشارہ ہے اس طرف کہ جیسے نجم سے ابتداء ہوتا ہے اسی طرح آپ ﷺ سے بھی بوجہ عدم ضلال وعدم غوائیت کے ابتداء ہوتا ہے۔ ضلال کے معنی راہ بھول کر کھڑا رہ جانا اور غوایت کا مطلب غیر راہ کو راہ سمجھ کر چلتے رہنا۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اور نہ آپ اپنی خواہش نفسانی سے باتیں بناتے ہیں۔ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○ ان کا ارشاد نری وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتا ہے (خواہ الفاظ کی بھی وحی ہو جو قرآن کہلاتا ہے، خواہ صرف معانی کی جو سنت کہلاتی ہے، خواہ وحی جزوی ہو یا کسی قاعدہ کلیہ کی جس سے اجتہاد فرماتے ہوں پس اس سے نفی اجتہاد کی نہیں ہوتی اور اصل مقصود مقام کا نفی ہے زعم کفار کی یعنی خدا کی طرف غلط بات کی نسبت نہیں فرماتے۔

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ○ ذُوْ مِرَّةٍ ط فَاسْتَوٰى ○ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ○ ان کو ایک فرشتہ تعلیم کرتا ہے جو بڑا طاقتور ہے، پیدائشی طاقتور ہے پھر وہ فرشتہ (اپنی) اصلی صورت پر نمودار ہوا، ایسی حالت میں کہ وہ آسمان کے بلند کنارہ پر تھا۔ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ○ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ○ پھر وہ فرشتہ (آپ کے) نزدیک آیا پھر اور نزدیک آیا سو دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا بلکہ اور بھی کم فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ○ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ پر وحی نازل فرمائی جو کچھ نازل فرمائی تھی (یعنی جو کچھ مالک حقیقی کا جی چاہا) مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ○ قلب نے دیکھی ہوئی چیز میں کوئی غلطی نہیں کی۔ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ○ تو کیا ان (پیغمبر ﷺ) سے ان کی دیکھی ہوئی چیز میں نزاع کرتے ہو۔ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ○ اور انہوں (یعنی پیغمبر علیہ السلام) نے اس فرشتہ کو ایک اور دفعہ بھی (صورت اصلیہ میں) دیکھا ہے۔ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ○ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى سدرۃ المنتہی کے پاس اس کے قریب جنت الماوی ہے اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ○ جب اس سدرۃ المنتہی کو لپٹ رہی تھیں جو چیزیں لپٹ رہی تھیں۔ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ○ نگاہ نہ تو ہٹی اور نہ بڑھی۔ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى انہوں (ﷺ) نے اپنے پروردگار (کی قدرت) کے بڑے بڑے عجائبات دیکھے۔

مولانا محمد جونا گڑھی کا ترجمہ اور تفسیری حواشی مولانا صلاح الدین یوسف نے مندرجہ بالا آیات کا ترجمہ کچھ یوں کیا ہے سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ --- اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ

پاک ہے وہ اللہ تعالیٰ جو اپنے بندے کو رات ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے آس پاس ہم نے برکت دے رکھی ہے اسلیئے کہ ہم اسے اپنی قدرت کے بعض نمونے دکھائیں یقیناً اللہ تعالیٰ (ہی) خوب سننے دیکھنے والا ہے۔

مولانا صلاح الدین اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

سبحان، سبح یسبح کا مصدر ہے معنی ہے انزہ اللہ تنزیھا یعنی میں اللہ کی ہر نقص سے تنزیہ اور براءت کرتا ہوں۔ عام طور پر اس کا استعمال ایسے موقعوں پر ہوتا ہے جب کسی عظیم الشان واقع کا ذکر ہو۔ مطلب یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کے نزدیک ظاہری اسباب کے اعتبار سے یہ واقعہ کتنا بھی محال ہو، اللہ کیلیے کوئی مشکل نہیں اسلیئے کہ وہ اسباب کا پابند نہیں وہ تو لفظ کن سے پلک جھپکتے میں جو چاہے کر سکتا ہے۔ اسباب تو انسانوں کیلیے ہیں، اللہ تعالیٰ ان پابندیوں اور کوتاہیوں سے پاک ہے) اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ اپنے بندے کو رات ہی رات میں (اسریٰ کی توضیح مولانا اس طرح کرتے ہیں) اسراء کے معنی ہوتے ہیں رات کو لے جانا۔ آگے لیلا اسلیئے ذکر کیا گیا ہے تاکہ رات کی قلت واضح ہو جائے اسلیئے وہ نکرہ ہے یعنی رات کے ایک حصے یا تھوڑے سے حصے میں یعنی چالیس راتوں کا یہ دور دراز کا سفر پوری رات میں بھی نہیں بلکہ رات کے ایک قلیل حصہ میں طے ہوا اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ (یہ سفر) مسجد اقصیٰ کی طرف کیا گیا۔ اقصیٰ دور کو کہتے ہیں بیت المقدس جو القدس یا ایلیا (قدیم نام) شہر میں ہے فلسطین میں واقع ہے مکہ سے القدس کا فاصلہ چالیس دن کا ہے۔ اس اعتبار سے بیت المقدس کو مسجد اقصیٰ (دور کی مسجد) کہا گیا ہے۔ القدس کا علاقہ قدرتی نہروں، پھلوں کی کثرت اور انبیاء کرام کا مسکن و مدفن ہونے کے لحاظ سے ممتاز ہے اسلیئے اسے بابرکت قرار دیا گیا ہے۔ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ط اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ تاکہ ہم اسے اپنی قدرت کے بعض نمونے دکھائیں۔ آیہ مبارکہ کے اس حصے کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا لکھتے ہیں: اس سیر کا مقصد یہ ہے کہ ہم اپنے

بندے کو عجائبات اور آیات کبریٰ دکھائیں۔ یہ سفر بذات خود ایک آیت اور معجزہ سے کم نہیں کہ اتنا لمبا سفرات کے قلیل ترین حصے میں ہوگیا۔ نبی کریم ﷺ کو جو معراج ہوئی یعنی آسمانوں پر لے جایا گیا وہاں مختلف آسمانوں پر انبیاء کرام سے ملاقاتیں ہوئیں اور سدرۃ المنتہیٰ پر جو عرش سے نیچے ساتویں آسمان پر ہے اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے نماز اور دیگر بعض چیزیں عطا کیں جن کی تفصیلات صحیح احادیث میں بیان ہوئی ہیں اور صحابہ وتابعین سے لے کر آج تک امت کے اکثر علماء اور فقہاء اس کے قائل چلے آرہے ہیں کہ یہ معراج بجسدہ العنصری حالت بیداری میں ہوئی۔ یہ خواب یا روحانی سیر اور مشاہدہ نہیں ہے بلکہ عینی مشاہدہ ہے جو اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے اپنے پیغمبر کو کرایا ہے۔ اس معراج کے دو حصے ہیں: پہلا حصہ اسراء کہلاتا ہے جس کا ذکر یہاں کیا گیا ہے اور جو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کے سفر کا نام ہے۔ یہاں پہنچنے کے بعد نبی ﷺ نے تمام انبیاء کرام کی امامت فرمائی۔ بیت المقدس سے پھر آپ کو آسمانوں پر لے جایا گیا۔ یہ اس سفر کا دوسرا حصہ ہے جسے معراج کہا جاتا ہے۔ اس کا کچھ تذکرہ سورہ نجم میں کیا گیا ہے، باقی تفصیلات احادیث سے معلوم ہوتی ہیں۔ عام طور پر اس پورے سفر کو "معراج" سے ہی تعبیر کیا جاتا ہے، معراج سیڑھی کو کہتے ہیں۔ یہ نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ "عُرِجَ بِی اِلَی السَّمَآءِ" (مجھے آسمان پر لے جایا گیا) سے ماخوذ ہے کیونکہ اس سفر کا دوسرا حصہ پہلے سے بھی زیادہ اہم اور عظیم الشان ہے اسلئے معراج کا لفظ ہی زیادہ مشہور ہوگیا۔ اس کی تاریخ میں اختلاف ہے تاہم اس امر پر اتفاق ہے کہ یہ ہجرت سے قبل کا واقعہ ہے۔ بعض ایک سال قبل بعض کئی سال قبل بتاتے ہیں، اسی طرح مہینے اور تاریخ میں بھی اختلاف ہے، کوئی ربیع الاول کی ۱۷ یا ۲۷ کوئی رجب کی ۲۷ اور بعض کوئی اور مہینے اور تاریخ بتلاتے ہیں (فتح القدیر)

سورۂ والنجم --- وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۝ قسم ہے ستارے کی جب وہ گرے۔ بعض مفسرین نے ستارے سے ثریا ستارہ اور بعض نے زہرہ ستارہ مراد لیا ہے اور بعض نے جنس نجوم۔ هَوٰى۔ اوپر سے نیچے گرنا یعنی اختتام شب پر فجر کے وقت وہ گرتا ہے یا شیاطین کو مارنے کیلئے گرتا ہے یا بقول بعض قیامت والے دن گریں گے۔ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۝ کہ تمہارے ساتھی نے نہ راہ

گم کی ہے نہ وہ ٹیڑھی راہ پر ہے (یہ جواب قسم ہے صاحبکم) تمہارا ساتھی کہہ کر نبی کریم ﷺ کی صداقت کو واضح تر کیا گیا ہے کہ نبوت سے پہلے چالیس سال اس نے تمہارے درمیان گذارے ہیں، اس کے شب وروز کے تمام معمولات تمہارے سامنے ہیں اس کا اخلاق وکردار تمہارا جانا پہچانا اس کے کردار میں راستبازی اور امانت داری کے سوا تم نے کچھ اور دیکھا ہے، چالیس سال کی صداقت شعاری کے بعد وہ اپنے نبوت کے دعوے میں کس طرح جھوٹا ہو سکتا ہے چنانچہ حقیقت حال یہ ہے کہ نہ وہ گمراہ ہوا ہے اور نہ بہکا ہے۔ ضلالت راہ حق سے انحراف، جہالت اور لاعلمی کی وجہ سے اور غوایت وہ کجی ہے جو جانتے بوجھتے حق کو چھوڑ کر اختیار کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں قسم کی گمراہیوں سے اپنے پیغمبر کی تنزیہ بیان فرمائی)۔

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اور نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں (یعنی وہ کس طرح گمراہ اور بہک سکتا ہے وہ تو وحی الٰہی کے بغیر لب کشائی ہی نہیں کرتا حتیٰ کہ مزاح اور خوش طبعی کے موقعوں پر بھی آپ ﷺ کی زبان مبارک سے حق کے سوا کچھ نہ نکلتا تھا)۔ (سنن ترمذی، ابواب بر باب ماجاء فی المزاح)۔ اسی طرح حالت غضب میں آپ ﷺ کو اپنے جذبات پر اتنا کنٹرول تھا کہ آپ ﷺ کی زبان سے کوئی بات خلاف واقعہ نہ نکلتی (ابوداؤد، کتاب العلم، باب فی کتاب العلم)

اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○ وہ تو صرف وحی ہوتی ہے جو اتاری جاتی ہے عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ○ ذُوْ مِرَّةٍ ط فَاسْتَوٰى ○ اسے پوری طاقت والے فرشتے نے سکھایا ہے جو زور آور ہے پھر وہ سیدھا کھڑا ہو گیا (اس سے مراد جبریل علیہ السلام ہے جو قوی اعضاء کا مالک اور نہایت زور آور ہے۔ پیغمبر علیہ السلام پر وحی لانے اور اسے سکھلانے پر مامور ہے) وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ○ اور وہ بلند آسمان کے کناروں پر تھا یعنی جبرئیل امین وحی سکھلانے کے بعد آسمان کے کنارہ پر جا کھڑے ہوئے)۔ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ○ پھر نزدیک ہوا اور اتر آیا (پھر زمین پر اترے اور آہستہ آہستہ نبی ﷺ کے قریب ہوئے۔ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ○ پس دو کمانوں کے بقدر فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم۔ بعض نے ترجمہ کیا ہے دو ہاتھوں کے بقدر۔ یہ نبی ﷺ اور جبریل علیہ السلام کی باہمی قربت کا بیان

ہے۔ اللہ تعالیٰ اور نبی ﷺ کی قربت کا اظہار نہیں جیسا کہ بعض لوگ باور کراتے ہیں۔ آیات کے سیاق سے صاف واضح ہے کہ اس میں صرف جبریل علیہ السلام اور پیغمبر ﷺ کا بیان ہے۔ اسی قربت کے موقع پر نبی ﷺ نے جبریل امین کو ان کی اصلی شکل میں دیکھا اور یہ بعثت کے ابتدائی ادوار کا واقعہ ہے جس کا ذکر ان آیات میں کیا گیا۔ دوسری مرتبہ اصل شکل میں معراج کی رات دیکھا۔ فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی ○ پس اس نے اللہ کے بندے کو وحی پہنچائی جو بھی پہنچائی (یعنی جبریل امین اللہ کے بندے حضرت محمد ﷺ کیلئے جو وحی یا پیغام لے کر آئے تھے وہ انہوں نے آپ ﷺ تک پہنچایا) مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی ○ دل نے جھوٹ نہیں کہا جسے پیغمبر (ﷺ) نے دیکھا (یعنی نبی ﷺ نے جبریل امین کو اصل شکل میں دیکھا کہ ان کے چھ سو پر ہیں ایک پر مشرق و مغرب کے درمیان فاصلے جتنا تھا اس کو آپ کے دل نے جھٹلایا نہیں بلکہ اللہ کی اس عظیم قدرت کو تسلیم کیا) اَفَتُمٰرُوْنَہٗ عَلٰی مَا یَرٰی ○ کیا تم جھگڑا کرتے ہو اس پر جو (پیغمبر ﷺ) دیکھتے ہیں وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی ○ اسے تو ایک مرتبہ اور بھی دیکھا تھا عِنْدَ سِدْرَۃِ الْمُنْتَھٰی ○ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس (یہ شب معراج کو جب جبریل امین کو اصل شکل میں دیکھا اس کا بیان ہے سدرۃ المنتہیٰ ایک بیری کا درخت ہے جو چھٹے یا ساتویں آسمان پر ہے یہ آخری حد ہے اس سے اوپر کوئی فرشتہ نہیں جا سکتا۔ فرشتے احکام الٰہی یہیں سے حاصل کرتے ہیں) عِنْدَھَا جَنَّۃُ الْمَاْوٰی اسی کے پاس جنت الماویٰ ہے (اسے جنت الماویٰ اسلئے کہتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کا ماویٰ اور مسکن یہی تھا بعض کہتے ہیں کہ روحیں یہاں آ کر جمع ہوتی ہیں (فتح القدیر)

اِذْ یَغْشَی السِّدْرَۃَ مَا یَغْشٰی ○ جب سدرہ کو چھپائے لیتی تھیں وہ چیزیں جو اس پر چھا رہی تھی (یہ سدرۃ المنتہیٰ کی اس کیفیت کا بیان ہے جب شب معراج آپ نے اس کا مشاہدہ کیا، سونے کے پروانے اس کے گرد منڈلا رہے تھے، فرشتوں کا عکس اس پر پرواز کر رہا تھا اور رب کی تجلیات کا مرکز بھی وہی تھا (ابن کثیر)۔ اس مقام پر نبی کریم ﷺ کو تین چیزوں سے نوازا گیا: پانچ وقت کی نمازیں، سورہ بقرہ کی آخری آیات اور اس مسلمان کی مغفرت کا وعدہ جو شرک کی آلودگیوں سے پاک

ہوگا (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب ذکر سدرۃ المنتہیٰ)

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰی ○ نہ تو نگاہ بہکی نہ حد سے بڑھی (یعنی نبی ﷺ کی نگاہیں دائیں بائیں ہوئی اور نہ اس حد سے بلند اور متجاوز ہوئیں جو آپ کیلئے مقرر کر دی گئی تھیں۔ (السیر التفاسیر)

لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی یقیناً اس نے (نبی کریم ﷺ نے) اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیوں میں سے بعض نشانیاں دیکھ لیں (جن میں یہ جبرئیل امین اور سدرۃ المنتہیٰ کا دیکھنا اور دیگر مظاہر قدرت کا مشاہدہ ہے۔ جس کی کچھ تفصیل احادیث معراج میں بیان کی گئی ہیں)۔

صحیفہ کائنات پر غور وخوض کرنے والا ایک مفکر اور آیات قرآن کا رمز شناس ڈاکٹر غلام جیلانی برق سورہ والنجم کی شرح انتہائی عقیدت افروز اور محبت آفریں انداز میں کرتے ہوئے لکھتے ہیں: جس طرح ہر ستارہ انسانی دنیا کا رہبر ہے اسی طرح آنحضرت ﷺ ابن آدم کے ہادی و معلم ہیں۔ جس طرح ستارہ نور وضیا کا منبع ہے اسی طرح آنحضرت ﷺ نور ہدایت کے مصدر تھے۔ جس طرح ستارہ اپنی گزرگاہ پر سیدھا چلتا جاتا ہے اسی طرح رسول ثقلین اللہ جل جلالہ کے معین کردہ صراط مستقیم پر سیدھے چلتے رہے۔ جس طرح ہر ستارے کی حرکت پر ایک نگران موجود ہے اسی طرح آنحضرت ﷺ بھی اللہ جل جلالہ کی نگرانی میں تھے اور جس طرح ستارہ غروب تو ہوتا ہے فنا نہیں ہوتا اسی طرح آنحضرت ﷺ بعد از نقل مکانی اپنی بے پناہ تعلیم اور کروڑوں نام لیواؤں کی بدولت زندہ ہیں۔ آپ نے جس عظیم الشان شہنشاہیت کی بنیاد ڈالی تھی اس کے چند درو دیوار بدستور موجود ہیں۔ آپ کی بنائی ہوئی بین المللی جمہوریت آج پھر زندہ ہو رہی ہے اور دنیا چوٹ کھا کر آپ کے اصولوں کی طرف دوبارہ لوٹ رہی ہے۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی ○ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَ مَا غَوٰی ○ وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰی ○ ھویٰ کے معنی لغت میں طلوع وغروب ہر دو ہیں ترجمہ قسم ہے ستارے کی جب وہ افق سے نکل کر اپنی گزرگاہ پر سیدھا چل پڑے کہ تمہارا دوست (یعنی رسول اکرم ﷺ) اپنی سیدھی راہ سے ذرہ برابر نہیں بھٹکا، وہ تم سے کوئی من گھڑت باتیں نہیں کہتا بلکہ ہمارا دیا ہوا پیغام سناتا ہے۔

ایک ارادتمند یا سعادتمند شاگرد اپنے استاد کے اخلاق واطوار سے بسا اوقات اتنا متاثر ہوتا ہے کہ استاد کا اسوہ عمل اس کی زندگی کے ہر پہلو پر چھا جاتا ہے اور ہر بات میں اپنے استاد کی نقل کرتا ہے۔ ہمارے سامنے آنحضرت ﷺ جیسا شاگرد ہے اور خود خالق کائنات معلم۔ یہ شاگردی استادی کا سلسلہ پہلے بذریعہ نام و پیام شروع ہوا اور پھر ایک دوسرے کے اتنے قریب آگئے کہ درمیان میں صرف دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا۔

عَلَّمَه شَدِیْدُ الْقُوٰی ○ ذُوْمِرَّةٍ ط فَاسْتَوٰی ○ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی ○ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ○ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ○ فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِه مَآ اَوْحٰی ○ مفسرین کرام نے شدید القویٰ سے مراد جبرئیل امین لئے ہیں اور فاوحی الی عبدہ میں اوحی کا فاعل اللہ جل جلالہ قرار دیا ہے جو محض تکلف ہے میری ناقص رائے ہیں۔ اگر شدید القویٰ سے اللہ مراد لیا جائے تو تفسیر میں زیادہ حسن پیدا ہو جاتا ہے اور فاوحیٰ کا فاعل بھی تلاش کرنے سے نجات مل جاتی ہے۔ ترجمہ آیت مذکورہ ملاحظہ کیجئے: آنحضرت ﷺ کو طاقتور اور پُرہیبت رب نے تعلیم دی (پُرہیبت استاد سے طلبہ زیادہ مستفیض ہوتے ہیں) اللہ ایک بلند افق پر جلوہ فرما تھا جہاں سے نیچے اترا اور قریب آتا گیا یہاں تک کہ استاد شاگرد میں صرف دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا اسکے بعد اللہ نے اپنے پیارے بندے کو جو سمجھانا تھا سمجھایا۔

اکابر علماء دیوبند میں حضرت مولانا محمود الحسن صاحب اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی بڑے صاحب فکر مفسر اور شارح قرآن تھے۔ ان دونوں حضرات کی مشترکہ کاوشوں سے قرآن پاک کا ترجمہ اور تفسیر یکجا ضبط تحریر میں لائی گئی ہے۔ قرآن پاک کا ترجمہ حضرت مولانا محمود الحسن صاحب اور تفسیر حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی نے لکھی ہے اور ضروری نصیحات کا مراجعہ الشیخ سید عنایت اللہ شاہ صاحب کاکاخیل نے کیا ہے۔ ان دونوں حضرات محترم نے سبحان الذی اسریٰ کی تشریح یوں کی ہے۔

پاک ذات ہے (اس کی جو ہر نقص وقصور اور ہر قسم کے ضعف و عجز سے پاک ہے جو بات ہمارے خیال میں بے انتہا عجیب معلوم ہو اور ہماری ناقص عقلیں اسے بے حد مستبعد سمجھیں، خدا کی قدرت ومشیت کے سامنے وہ کچھ بھی مشکل نہیں) سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِه لَیْلًا مِّنَ

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِىْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ جو لے گیا اپنے بندہ کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کو گھیر رکھا ہے ہماری برکت نے (یعنی صرف ایک رات کے محدود حصہ میں اپنے مخصوص ترین اور مقرب ترین بندے (محمد ﷺ) کو حرم مکہ سے بیت المقدس تک لے گیا) لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا تاکہ دکھلائیں اسے ﷺ کو اپنی قدرت کے کچھ نمونے (خود اس سفر میں یا بیت المقدس سے آگے کہیں اور لے جا کر اپنی قدرت کے عظیم الشان نشانات اور حکیمانہ انتظامات کے عجیب وغریب نمونے دکھلانے منظور تھے۔ سورہ نجم میں ان آیات کا کچھ ذکر کیا گیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ سدرۃ المنتہیٰ تک تشریف لے گئے اور نہایت عظیم الشان آیات کا مشاہدہ فرمایا۔ سورہ النجم میں وَ لَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ○ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ○ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ○ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ○ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰى ○ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى کے ضمن میں وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں "علماء کی اصطلاح میں مکہ سے بیت المقدس تک کے سفر کو "اسراء" اور وہاں سے اوپر سدرۃ المنتہیٰ تک کی سیاحت کو "معراج" کہتے ہیں اور بسا اوقات دونوں سفروں کے مجموعہ کو ایک ہی لفظ اسراء یا معراج سے تعبیر کر دیا جاتا ہے۔ معراج کی احادیث تقریباً تیس صحابہ ؓ سے منقول ہیں جن میں معراج اور اسراء کے واقعات بسط وتفصیل کے ساتھ بیان ہوئے ہیں۔ جمہور سلف وخلف کا عقیدہ ہے کہ حضور پرنور ﷺ کو حالت بیداری میں بجسدہ الشریف معراج ہوئی۔ صرف دو تین صحابہ اور تابعین سے منقول ہے کہ واقعہ اسراء ومعراج کو منام (نیند) کی حالت میں بطور ایک عجیب وغریب خواب کے مانتے تھے۔ چنانچہ اسی سورت میں آگے چل کر جو لفظ ما جعلنا الرویا التی اربینک --- الخ آتا ہے اس سے یہ حضرات استدلال کرتے ہیں۔ سلف میں سے یہ کسی کا قول نہیں کہ معراج حالت بیداری میں محض روحانی طور پر ہوئی ہو جیسا کہ بعض حکماء اور صوفیاء کے مذاق پر تجویز کیا جا سکتا ہے۔ قرآن کریم نے جس قدر اہتمام اور ممتاز ودرخشاں عنوان سے واقعہ اسراء کو ذکر فرمایا اور جس قدر جد ومستعدی سے مخالفین اس کے انکار وتکذیب پر تیار ہو کر میدان میں نکلے حتیٰ کہ بعض موافقین کے قدم بھی لغزش کھانے لگے یہ اس کی دلیل ہے کہ واقعہ کی نوعیت محض ایک

عجیب وغریب خواب یا سیر روحانی کی نہ تھی۔ روحانی سیر وانکشافات کے رنگ میں آپ کے جو دعاوی ابتدائے بعثت سے رہے ہیں دعوائے اسراء کفار کیلئے کچھ ان سے بڑھ کر تعجب خیز وحیرت انگیز نہ تھا جو خصوصی طور پر اس کو تکذیب وتردید اور استہزاو تمسخر کا نشانہ بناتے اور لوگوں کو دعوت دیتے کہ آؤ آج مدعی نبوت کی ایک بالکل انوکھی بات سنو۔ یہ آپکو خاص اس واقعہ کے اظہار پر اس قدر متفکر ومشوش ہونے کی ضرورت تھی جو بعض روایات صحیحہ میں مذکور ہے۔ بعض احادیث میں صاف لفظ ثم اصبحت بمکة یاثم اتیت مکة (پھر صبح کو میں مکہ پہنچ گیا) اگر معراج محض کوئی روحانی کیفیت تھی تو آپ مکہ سے غائب ہی کہاں ہوئے اور شداد بن اوس وغیرہ کی روایت کے موافق بعض صحابہ ؓ کا یہ دریافت کرنا کیا معنی رکھتا ہے کہ ''رات میں قیام گاہ پر تلاش کیا، حضور کہاں تشریف لے گئے تھے؟ ہمارے نزدیک اسریٰ بعبده کے یہ معنی لینا کہ ''خدا اپنے بندے کو خواب میں یا محض روحانی طور پر مکہ سے بیت المقدس لے گیا، اس کے مشابہ ہے کہ کوئی شخص ''فاسر بعبادی کے یہ معنی لینے لگے کہ ''اے موسیٰ میرے بندوں (بنی اسرائیل) کو خواب میں یا محض روحانی طور پر لے کر مصر سے نکل جاؤ'' یا سورہ کہف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات کیلئے جانا اور ان کے ہمراہ سفر کرنا جس کیلئے کئی جگہ فانطلقا کا لفظ آیا ہے اس کا مطلب یہ لیا جائے کہ یہ سب کچھ محض خواب ہیں یا بطور روحانی سیر کیلئے واقع ہوا تھا۔ باقی لفظ ''رویا'' جو قرآن میں آیا ہے اس کے متعلق ابن عباس ؓ فرما چکے ہیں'' رویا عین اریها رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم مفسرین نے کلام عرب سے اس کے شواہد پیش کئے ہیں کہ رویا کا لفظ گاہ بگاہ مطلق رویت (دیکھنے) کے معنی میں استعمال ہوتا ہے لہذا اگر اس سے مراد یہی اسراء کا واقعہ ہے تو مطلق نظارہ کے معنی لئے جائیں جو ظاہری آنکھوں سے ہوتا کہ ظواہر نصوص اور جمہور امت کے عقیدہ کی مخالفت نہ ہو۔ ہاں شریک کی روایت میں بعض الفاظ ضرور ایسے آئے ہیں جن سے اسراء کا بحالت نوم واقع ہونا معلوم ہوتا ہے مگر محدثین کا اتفاق ہے کہ شریک کا حافظہ خراب تھا۔ اسلئے بڑے بڑے حفاظ حدیث کے مقابلے میں ان کی روایت قابل استناد نہیں ہوسکتی۔ حافظ ابن حجر نے ''فتح الباری'' کے اواخر میں حدیث شریک کے اغلاط شمار کرائے ہیں اور

یہ بھی بتلایا ہے کہ ان کی روایت کا مطلب ایسا لیا جا سکتا ہے جو عام احادیث کے مخالف نہ ہو اس قسم کی تفاصیل ہم یہاں درج نہیں کر سکتے۔ شرح صحیح مسلم میں یہ مباحث پوری شرح وبسط سے درج کئے ہیں یہاں صرف یہ بتلانا مقصود ہے کہ مذہب راجح یہی ہے کہ معراج واسراء کا واقعہ حالت بیداری میں بجسدہ الشریف واقع ہوا، ہاں اگر اس سے پہلے یا بعد خواب میں بھی اس طرح کے واقعات دکھلائے گئے ہوں تو انکار کی ضرورت نہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ایک شب میں اتنی لمبی مسافت زمین وآسمان کی کیسے طے کی ہوگی یا کرۂ نار وزمہریر میں سے کیسے گذرے ہوں گے یا اہل یورپ کے خیال کے مطابق جو آسمانوں کا وجود ہی نہیں تو ایک آسمان سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے اس شان سے تشریف لے جانا جو روایات میں مذکور ہے کیسے قابل تسلیم ہوگا لیکن آج تک کوئی دلیل اس کی پیش نہیں کی گئی کہ آسمان واقع میں کوئی شے موجود نہیں اگر انکا یہ دعویٰ بھی تسلیم کیا جائے کہ ان نیلگونی رنگ کے اوپر آسمان کا وجود نہیں ہو سکتا۔ رہا ایک رات میں اتنا طویل سفر طے کرنا تو تمام حکماء تسلیم کرتے ہیں کہ سرعت حرکت کیلئے کوئی حد نہیں ہے۔ اب سے سو برس پہلے تو کسی کو یہ بھی یقین نہیں آ سکتا تھا کہ تین سو میل فی گھنٹہ چلنے والی موٹر تیار ہو جائے گی یا دس ہزار فٹ کی بلندی تک ہم ہوائی جہاز کے ذریعہ پرواز کر سکیں گے "اسٹیم" اور قوت کہربائیہ" کے یہ کرشمے کس نے دیکھے تھے۔ کرہ نار تو آج کل ایک لفظ بے معنی ہے ہاں اوپر جا کر ہوا کی سخت برودت وغیرہ کا مقابلہ کرنے والے آلات طیاروں میں لگا دیئے گئے ہیں جو اڑانے والوں کی زمہریر سے حفاظت کرتے ہیں)۔

لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ تا کہ اس کو اپنی قدرت کے کچھ نمونے دکھلائیں، وہی ہے سننے والا دیکھنے والا (یعنی جس ملک میں مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) واقع ہے وہاں حق تعالیٰ نے بہت سی ظاہری وباطنی برکات رکھی ہیں۔ مادی حیثیت سے چشمے، نہریں، غلے، پھل اور میووں کی افراط اور روحانی اعتبار سے دیکھا جائے تو کتنے انبیاء ورسل کا مسکن ومدفن اور ان کے فیوض وانوار کا سرچشمہ رہا ہے۔ شاید نبی کریم ﷺ کو وہاں لے جانے میں یہ بھی اشارہ ہوگا کہ جو کمالات انبیاء بنی اسرائیل وغیرہ پر تقسیم ہوئے تھے آپ کی ذات مقدس میں وہ سب جمع کر دیئے گئے جو نعمتیں بنی

اسرائیل پر مبذول ہوئی تھیں ان پر اب بنی اسمٰعیل علیہ السلام کو قبضہ دلایا جانے والا ہے'' کعبہ اور بیت المقدس دونوں کے انوار و برکات کی حامل ایک ہی امت ہونے والی ہے۔ احادیث معراج میں تصریح ہے کہ بیت المقدس میں تمام انبیاء علیہم السلام نے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو سیادت و امامت انبیاء کا منصب دیا گیا تھا اس کا حسی نمونہ آپ کو اور مقربین بارگاہ کو دکھلایا گیا۔ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ کے ضمن میں علامہ عثمانی لکھتے ہیں ''اصلی سننے والا اور دیکھنے والا خدا ہے وہ جسے اپنی قدرت کے نشان دکھانا چاہے دکھلا دیتا ہے۔ اس نے اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مناجات کو سنا اور احوال رفیعہ کو دیکھا آخر معراج شریف میں ''لی یبصر'' والی آنکھ سے وہ آیات عظام دکھلائیں جو آپ کی استعداد کامل اور شان رفیع کے مناسب تھیں''۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبند کے اکابر علماء میں شمار ہوتے ہیں انہوں نے دار العلوم کے انتہائی عظیم، مستند اور ماہر فن اساتذہ کرام سے قرآن، حدیث، فقہ اور دیگر دینی علوم کی تعلیم حاصل کی اور فارغ التحصیل ہونے کے بعد بارہ سال تک مختلف علم و فنون کی متوسط اور اعلیٰ کتابوں کے درس کی خدمت انجام دی۔ بعد ازاں صدر مفتی کی حیثیت سے دار العلوم کا منصب فتویٰ سپرد کیا گیا بالآخر ۱۳۲۶ھ میں تحریک پاکستان کی جدوجہد اور کچھ نجی اسباب کی وجہ سے دار العلوم سے مستعفی ہو گئے۔ دار العلوم کے ساتھ درس و تدریس و فتویٰ کے سلسلے میں آپ کی وابستگی چھبیس سالوں پر محیط ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سورہ بنی اسرائیل کی پہلی آیت جس کا تعلق معراج مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کی تشریح بدیں الفاظ کرتے ہیں۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ پاک ذات ہے جو لے گیا اپنے بندہ کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کو گھیر رکھا ہے ہماری برکت نے تاکہ دکھلائیں اس کو اپنی قدرت کے کچھ نمونے، وہی ہے سننے اور دیکھنے والا۔

خلاصہ تفسیر کے ضمن میں لکھتے ہیں: وہ ذات پاک ہے جو اپنے بندہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو شب کے

وقت مسجد حرام (یعنی مسجد کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) تک جس کے آس پاس (کہ ملک شام ہے) ہم نے (دینی اور دنیوی) برکتیں کر رکھی ہیں (دینی برکت یہ ہے کہ وہاں بکثرت انبیاء مدفون ہیں اور دنیوی برکت یہ ہے کہ وہاں باغات اور نہروں، چشموں اور پیداوار کی کثرت ہے۔ غرض اس مسجد اقصیٰ تک عجیب طور پر اس واسطے) لے گیا تا کہ ہم ان کو اپنے کچھ عجائبات قدرت دکھلا دیں، (جن میں بعض تو خود وہاں کے متعلق ہیں یعنی بڑی مسافت کو بہت تھوڑے سے وقت میں طے کر لینا اور سب انبیاء سے ملاقات کرنا اور ان کی باتیں سننا وغیرہ اور بعض آگے کے متعلق ہیں مثلاً آسمانوں پر جانا اور وہاں کے عجائبات کا مشاہدہ کرنا) بیشک اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے بڑے دیکھنے والے ہیں (چونکہ رسول ﷺ کے اقوال کو سننے اور احوال کو دیکھتے تھے اس کے مناسب ان کو یہ خاص امتیاز اور اعزاز بخشا اور اپنے قرب خاص کا وہ مقام عطا کیا جو کسی کو نہیں ملا)۔ اس آیہ کریمہ کے معارف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس میں واقعہ معراج کا بیان ہے جو ہمارے رسول اللہ ﷺ کا ایک خصوصی اعزاز اور معجزہ ہے۔ لفظ اسریٰ، اسراء سے مشتق ہے جس کے لغوی معنی رات کو لے جانا ہیں اس کے بعد رات لیلاً کے نکرہ لانے سے اس طرف بھی اشارہ کر دیا کہ اس تمام واقعہ میں پوری رات صرف نہیں ہوئی بلکہ رات کا ایک حصہ صرف ہوا ہے۔ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کے سفر کو اسراء کہتے ہیں اور یہاں سے آسمانوں تک کا سفر معراج کہلاتا ہے۔ اسراء اس آیت کی نص قطعی سے ثابت ہے اور معراج کا ذکر سورہ نجم کی آیات میں ہے اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔ بعبدہ اس مقام اعزاز واکرام میں لفظ بعبدہ ایک خاص محبوبیت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ حق تعالیٰ کسی کو خود فرما دیں کہ یہ میرا بندہ ہے اس سے بڑھ کر کسی بشر کا بڑا اعزاز نہیں ہو سکتا، حضرت حسن دہلوی نے کیا خوب فرمایا ہے

بندہ حسن بصد زباں گفت کہ بندہ تو ام   تو بزبان خود بگو بندہ نواز کیستی؟

یہ ایسا ہی ہے جیسے ایک دوسری آیت میں عباد الرحمن الذین ــ الخ فرما کر اپنے مقبولان بارگاہ کا اعزاز بڑھانا مقصود ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ وہ اللہ کا عبد کامل بن جائے اسلئے کہ خصوصی اعزاز کے مقام پر آپ کی بہت سی صفات کمال میں سے

صفت عبدیت کو اختیار کیا گیا اور اس لفظ سے ایک بڑا فائدہ یہ بھی مقصود ہے کہ اس حیرت انگیز سفر سے جس میں اول سے آخر تک سب فوق العادت معجزات ہی ہیں کسی کو خدائی کا وہم نہ ہو جائے جیسے عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے سے عیسائیوں کو دھوکا لگا ہے اسلئے لفظ عبد کہہ کر یہ بتلا دیا کہ ان تمام صفات وکمالات اور معجزات کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے ہیں، خدا نہیں۔

معراج کے جسمانی ہونے پر قرآن وسنت کے دلائل اور اجماع: قرآن مجید کے ارشادات اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ اسراء اور معراج کا تمام سفر روحانی نہیں تھا بلکہ جسمانی تھا۔ سورہ بنی اسرائیل کے پہلے ہی لفظ سبحان میں اس طرف اشارہ موجود ہے کیونکہ یہ لفظ تعجب اور کسی عظیم الشان امر کیلئے استعمال ہوتا ہے اگر معراج صرف روحانی بطور خواب کے ہوتی تو اس میں کون سی عجیب بات ہے؟ خواب تو ہر مسلمان بلکہ ہر انسان دیکھ سکتا ہے کہ میں آسمان پر گیا فلاں فلاں کام کئے۔ دوسرا واضح اشارہ لفظ عبد سے ہے کیونکہ عبد صرف روح نہیں بلکہ جسم وروح کے مجموعے کا نام ہے۔ اسکے علاوہ واقعہ معراج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بتلایا تو انہوں نے حضور کو مشورہ دیا کہ آپ اس کا کسی سے ذکر نہ کریں ورنہ لوگ اور زیادہ تکذیب کریں گے۔ اگر معاملہ محض خواب کا ہوتا تو اس میں تکذیب کی کیا بات تھی؟ پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں پر اس کا اظہار کیا تو کفار مکہ نے تکذیب کی اور مذاق اڑایا یہاں تک کہ بعض نو مسلم اس خبر کو سن کر مرتد ہو گئے۔ اگر معاملہ خواب کا ہوتا تو ان معاملات کا کیا امکان تھا اور یہ بات اس کے منافی نہیں کہ آپ کو اس سے پہلے اور بعد میں کوئی معراج روحانی بصورت خواب بھی ہوئی ہو۔

(جاری ہے)

معاملات میں پاکبازی اور اکل حلال کے قرآنی احکام

حافظ ظفر حسین الحسینی

لیکچرر شعبہ تھیالوجی اسلامیہ کالج پشاور

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ہر شعبہ زندگی میں تقویٰ و پاکبازی کا درس فرماتے ہیں۔ عقائد میں، رسومات میں اور اس طرح خصوصاً معاملات میں اکل حلال کی ترغیب اور اکل حرام سے بچنے کی ترہیب فرمائی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَلَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (البقرہ ۱۸۸) ترجمہ: اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ (ترجمہ از کنز الایمان)۔ اموال حرام سے مراد ہر وہ مال و دولت ہے جو ناجائز طریقہ سے حاصل کی جائے جیسے چوری، خیانت، دغابازی، رشوت، جوا، ناجائز ذرائع تجارت، سود وغیرہ تمام حرام کمائی کے ذرائع ہیں۔

تجارت کو اکل حلال (حلال کمائی) کا بلند ترین ذریعہ قرار دیا جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا (سورۃ النساء: ۲۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ کوئی سودا تمہاری باہمی رضامندی کا ہو اور اپنی جانیں قتل نہ کرو بے شک اللہ تم پر مہربان ہے (ترجمہ از کنز الایمان)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا تاجر جو صادق و امین ہو اس کی نہایت تعریف فرمائی ہے

اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِيْنُ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ[1]

ترجمہ: ایسے تاجر جو صادق اور امین ہوں قیامت کے دن یہ لوگ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے

---

[1] ولی الدین محمد بن عبداللہ، مشکوۃ المصابیح، کتاب البیوع، المساہلۃ فی المعاملۃ صفحہ ۲۴۳، محمد بن عیسیٰ ترمذی، جامع سنن، ابواب البیوع، باب ماجاء فی التجار و تسمیۃ رسول اللہ جلد ا صفحہ ۹۲۲۔

ساتھ ہوں گے۔

یعنی جو لوگ صحیح معنوں میں شریعت کے مطابق خرید وفروخت کرتے ہیں جھوٹ نہیں بولتے، بیکار مال کے فروخت کرنے کیلئے اور مال میں کمی کر کے خیانت نہیں کرتے، ایسے تجار قیامت کے دن بڑے اعزاز و اکرام اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں ہوں گے۔

ناپ تول میں کمی بیشی قبیح بد دیانتی ہے، معاملات میں اللہ تعالیٰ نے نہایت عدل وانصاف کا درس دیا ہے اور ناپ تول میں مساوات اختیار کرنے کی ترغیب فرمائی اور اس قبیح وشنیع فعل پر اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کو عذاب میں مبتلا کیا، ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَ اِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ؕ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِکْیَالَ وَالْمِیْزَانَ اِنِّیْٓ اَرٰىکُمْ بِخَیْرٍ وَّ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ مُّحِیْطٍ (۸۴) وَ یٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِکْیَالَ وَالْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَھُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ (سورہ ھود ۸۵)

ترجمہ: اور مدین کی طرف ان کے ہم قوم شعیب کو، کہا اے میری قوم اللہ کو پوجو اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور ناپ تول میں کمی نہ کرو بیشک میں تمہیں آسودہ حال دیکھتا ہوں اور مجھے تم پر گھیر لینے والے دن کے عذاب کا ڈر ہے (۸۴) اور اے میری قوم ناپ اور تول انصاف کے ساتھ پوری کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دو اور زمین پر فساد مچاتے نہ پھرو (۸۵) (ترجمہ از کنز الایمان)

اسی قوم کی شدت مذمت قرآن میں ایک مقام پر اور ذکر ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ اِذَا اکْتَالُوْا عَلَی النَّاسِ یَسْتَوْفُوْنَ ۝ وَ اِذَا کَالُوْھُمْ اَوْ وَّزَنُوْھُمْ یُخْسِرُوْنَ ۝ اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِکَ اَنَّھُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝ (سورۃ المطففین ۱ – ۴)

ترجمہ: کم تولنے والوں کی خرابی ہے وہ کہ جب اوروں سے ماپ لیں پورا لیں اور جب انہیں ماپ تول کر دیں کم کر دیں، کیا ان لوگوں کو گمان نہیں کہ انہیں اٹھنا ہے (ترجمہ از کنز الایمان)

ناپ تول میں برابری کا حکم: وَ اَوْفُوا الْکَیْلَ وَالْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ (الانعام ۱۵۲): اور ناپ

تول انصاف کے ساتھ پوری کرو (ترجمہ از کنزالایمان)

ناپ تول میں کمی حرام ہے، انصاف و برابری کا مطلب یہ ہے کہ دینے والا دوسرے فریق کے حق میں ادنیٰ کمی بھی نہ کرے اور لینے والا اپنے حق سے زیادہ نہ لے کیونکہ ایسا کرنے والوں کیلئے سخت وعید وعذاب کا ذکر ہے۔ مقررہ ڈیوٹی کے اوقات میں کوتاہی کرنا بھی ناپ تول میں کمی کے مترادف ہے، اس مفہوم کے تحت صرف تجارتی لین دین ہی نہیں بلکہ جس کسی کے ذمہ بھی دوسرے کا کوئی حق ہو اس میں کوتاہی کرنا اس حکم کو شامل ہے لہٰذا ملازم کسی بھی منصب کا ہو جو اپنی ڈیوٹی سے وقت چراتا ہو وہ بھی اس عظیم گناہ میں مبتلا ہوگا۔ (مفتی محمد شفیع، معارف القرآن جلد ۳ صفحہ ۴۸۸)

ناپ وتول میں حضور ﷺ کی احتیاط: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم قال رحم اللہ رجلا سمحاً اذا باع و اذا اشتری و اذا اقتضی [1]

ترجمہ: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرمائے اس شخص پر جو فروخت کرتے وقت نرم خو ہو اور خریدتے وقت نرم خو ہو۔

رسول اللہ ﷺ کا عام معمول تھا کہ جس کسی کا حق اگر آپ ﷺ کے ذمہ ہوتا تو آپ ﷺ ادا فرماتے، مقررہ مقدار سے زائد دینے کو پسند کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حلال اور طیبات کے کھانے کا حکم دیا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ اشْكُرُوْا لِلّٰهِ (البقرہ ۱۷۲) یعنی اے ایمان والو! کھاؤ ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں اور اللہ کا احسان مانو (ترجمہ از کنزالایمان) اپنے لئے حلال چیزوں کو حرام قرار دینا اللہ تعالیٰ کے حکم کی صریح مخالفت ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ (المائدہ ۸۷) یعنی اے ایمان والو! حرام نہ ٹھہراؤ وہ ستھری چیزیں کہ اللہ نے تمہارے لئے حلال کیں (ترجمہ از کنزالایمان)۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں حلال وحرام کو نہایت تفصیل سے بیان فرمایا۔ اب اگر کوئی بھی انسان حرام میں مبتلا ہوتا ہے تو یہ اس کی اپنی ہی بدنصیبی کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔

---

[1] محمد بن اسماعیل البخاری، الصحیح البخاری، کتاب البیوع، باب السھولۃ والسماحۃ فی الشراء والبیع، جلد ۱، صفحہ ۲۷۸)

الحلال بیّن و الحرام بیّن: امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی عنوان کے تحت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چند احادیث ذکر فرمائی ہیں جن میں سے چند کا ذکر کرنے سے اس مضمون کی نہایت عمدگی سے تنقیح ہو سکتی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم الحلال بینٌ و الحرام بینٌ و بینھما امور مشتبھة فمن ترک ما شبه علیه من الاثم کان لما استبان له اترک و من اجترا علی ما یشک فیه من الاثم او شک ان یواقع ما استبان و المعاصی حمی اللہ من یرتع حول الحمی یوشک ان یواقعه (جامع بخاری، کتاب البیوع، باب الحلال بین والحرام بین، جلد ۱، صفحہ ۲۷۵)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا حلال بھی واضح ہیں اور حرام بھی اور ان دونوں (حلال وحرام) کے درمیان جو امور ہیں وہ مشتبہ ہیں پس جو شخص چھوڑے اس چیز کو جس میں گناہ کا شبہ ہو ایسے شخص کو اجر ملے گا جس سے اجر کا پہلو ہی واضح ہوگا اور جو شخص اس فعل پر جری ہوا کہ گناہ کے شک میں ہونے کے باوجود اختیار کرے قریب ہے کہ وہ اس گناہ میں مبتلا ہو جائے۔ گناہ اللہ کی چراگاہ ہیں پس جو شخص اس کے قریب چرے گا قریب ہے کہ وہ اس چراگاہ میں داخل ہو جائے۔

جیسے امور مشتبہات سے متعلق دوسری حدیث میں ذکر ہے کہ تم ان تمام چیزوں کو ترک کر دو جو تمہیں شک میں مبتلا کر دیں بلکہ ان چیزوں کو اختیار کرو جن میں شک وشبہ کی گنجائش نہ ہو (ایضاً، کتاب البیوع، باب تفسیر المتشبہات جلد ۱، صفحہ ۲۷۵)۔ لہٰذا ان تفصیلی آیات اور احادیث کی روشنی میں معلوم ہوا کہ ناپ تول میں کمی، سودی کاروبار، غیر اللہ کے نام پر قربانی کرنا اور حرام اشیاء کا کھانا وغیرہ وغیرہ یہ تمام ناجائز ہیں، ان سے بچنا ہر مسلمان کیلئے لازمی ہے۔

اکل حرام کے استعمال سے دعائیں قبول نہیں ہوتی کیونکہ اللہ تعالیٰ پاک ہیں اور پاک ہی چیزوں کو پسند فرماتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہیں اور اللہ پاک و طیب کے سوا کچھ بھی قبول نہیں فرماتے اور اللہ تعالیٰ نے جس امر کے ساتھ انبیاء کرام کو مخاطب فرمایا اس امر کے ساتھ ایمان والوں کو مخاطب فرمایا۔ انبیاء کرام سے فرمایا اے رسولو! تم کھاؤ (باقی صفحہ نمبر ۵۹ پر)

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پروفیسر محمد منظور علی شیخ

رسالت آپ کی ہم پہ ہے احسانِ خداوندی
کہ جاگ اٹھی ہے قسمت اس سے پوری نوعِ انساں کی
پڑھایا آپ نے ہم کو سبق توحید ربی کا
سکھایا آپ نے اصلی قرینہ زندگانی کا
بھلائی کو برائی سے علیحدہ کر دیا ایسے
بتایا فرق ہم کو حق و باطل کا عیاں کر کے
کیا آگاہ انسان کو ہوائے نفس کے شر سے
گناہوں سے کیا بندوں کو پاک اور فتنۂ زر سے
بچایا ہم کو کفر و شرک سے، ظلم و تعدی سے
بغاوت، سرکشی سے، کبر سے، بے جا تعلی سے
بتایا، کچھ نہیں ہے فرق اسود اور احمر میں
حقیقت میں برابر ہیں نگاہ رب اکبر میں
دیا ہے آپ نے تکریم کا معیار کیا اعلیٰ
وہی ہے لائق عزت کہ جو ہے صاحب تقویٰ
ہے بخشی آپ نے وہ زندگی دراصل انساں کو
قیامت میں پسند آئے گی جو غفار و رحماں کو
کریں منظورؔ کی جانب بھی رحمت کی نظر آقا!
کف پا چوم لوں حضرت کا، ہے بس ایک ہی منشا

خلق نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سید توصیف حسین شاہ (بی۔اے)

اسلام کا بنیادی مقصد اصلاحِ معاشرہ ہے اور معاشرے کی اصلاح اچھے اخلاق کے حامل شخص کی بدولت ہی ہو سکتی ہے۔ اسلام سے پہلے تمام دنیا خصوصاً عربوں کی اخلاقی حالت تباہی کے انتہائی درجے تک پہنچ چکی تھی۔ لوگ شراب پیتے، زنا کرتے، ہمسایوں کو تنگ کرتے، چوری کرنا، ڈاکہ ڈالنا اور جواء کھیلنا اُن کا شعارِ زندگی تھا۔ بیٹیوں کو زندہ زمین میں گاڑ دیا کرتے، قتل و غارت اُن کے معمولات میں شامل تھا، ان حالات میں رحمتِ عالم، سرورِ کائنات، احمد مجتبیٰ، نورِ خدا محمد مصطفیٰ ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے اور اس بدترین معاشرے میں آپ ﷺ نے زندگی گزارتے ہوئے بہترین اخلاق و کردار کا مظاہرہ فرمایا، تمام برائیوں سے اپنے آپ کو بچاتے ہوئے اخلاق حسنہ کا بہترین نمونہ پیش کیا جسکی بدولت آپ ﷺ کو صادق و امین کے القابات سے یاد کیا جانے لگا۔ اعلانِ نبوت کے بعد آپ ﷺ نے دین اسلام کی تبلیغ شروع فرمائی تو دین کی اس تبلیغ میں سختی یا جبر کا کوئی عنصر نہ تھا بلکہ یہ تبلیغ سراپا حسن اخلاق پر مبنی تھی۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اخلاق کے ذریعے اپنے تو اپنے دشمنوں تک کے دلوں کو مسخر کیا اور اُنہیں دائرہ اسلام میں داخل کیا، خود حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''میں حسن اخلاق کی تکمیل کیلئے بھیجا گیا ہوں''۔

قرآنِ مجید فرقانِ حمید نے داعیٔ حق اور دنیا کے آخری معلمِ اخلاق کی نسبت یہ اعلان فرمایا انک لعلیٰ خلق عظیم (القلم ۶۸:۴) یعنی بے شک آپ ﷺ اخلاق کے بڑے درجے پر ہیں۔

حسن اخلاق حضور نبی اکرم ﷺ کی ایک ممتاز صفت تھی۔ آپ ﷺ ہر چھوٹے بڑے، امیر غریب، اعلیٰ ادنیٰ سب سے حسن اخلاق سے پیش آتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک بدو آیا، اس بدو کی کچھ رقم حضور ﷺ کے ذمہ تھی، بدو نے نہایت سختی سے گفتگو کی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس گستاخی پر اس بدو کو ڈانٹا اور کہا کہ کیا تجھے معلوم ہے تو کس سے ہم کلام ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم کو بدو کا ساتھ دینا چاہیے تھا

کیونکہ اس کا حق ہے پھر آپ ﷺ نے صحابہ ؓ کو اس کا قرضہ ادا کرنے کا حکم دیا۔

حضرت سعد بن ہشام ؓ نے ایک مرتبہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور اکرم ﷺ کے اخلاق کے بارے میں پوچھا۔ اُم المومنین نے صرف دو جملوں میں حضور ﷺ کے اخلاقِ کریمہ کی تفصیل بیان فرمادی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں فرمایا کہ آپ نے قرآن نہیں پڑھا؟ حضرت سعد ؓ نے جواب دیا کہ ہاں پڑھا ہے، یہ سن کر فرمایا کان خلقه القرآن یعنی آپ کے اخلاق تو قرآن ہی تھے یعنی اُم المومنین کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ ﷺ چلتا پھرتا قرآن تھے اور اخلاق حسنہ کی وہ تمام صفات و امتیازات جو قرآن کریم میں بیان ہوئے ہیں وہ سب آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس میں جمع ہو گئے تھے۔

ابوجہل جو آپ ﷺ کے چچا تھے، اسلام دشمنی میں پیش پیش تھے، ابوجہل نے آپ ﷺ کا عرصہ حیات تنگ رکھنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ آقائے نامدار ﷺ کی مقبولیت اور اسلام کی حقانیت اسے ہر دم پریشان کیے رکھتی تھی۔ ابوجہل نے حضور ﷺ کو نعوذ باللہ قتل کرنے کی ایک تدبیر سوچی۔ اس نے ایک گہرا کنواں کھودا اور کچھ کھجور کی ٹہنیاں اُوپر رکھ دیں اور اُوپر مٹی ڈال کر زمین کے ساتھ برابر کر دیا۔ ابوجہل خود بیمار بن بیٹھا تا کہ جب حضور ﷺ اسکی عیادت کو آئیں تو اس گڑھے میں گر جائیں۔ ابوجہل کو حضور ﷺ کے مکارم اخلاق کا بخوبی علم تھا کہ آپ ﷺ اسکی عیادت کیلئے ضرور آئیں گے۔ جب حضور ﷺ اپنے چچا کی تیمارداری کیلئے اس کنوئیں کے قریب پہنچے تو جبرئیل امین علیہ السلام نے حقیقت حال سے آگاہ کر دیا اور آگے جانے سے منع کر دیا۔ جب حضور ﷺ واپس ہوئے تو ابوجہل کو افسوس ہوا کہ وہ اپنے ناپاک ارادے میں کامیاب نہ ہو سکا تو ابوجہل گھبراہٹ میں حضور ﷺ کو بلانے کیلئے دوڑا اور اپنے ہاتھ سے کھودے ہوئے کنویں میں کود ہی گر گیا۔ ابوجہل کے ساتھیوں نے اُسے نکالنے کے بہتیرے جتن کیے لیکن اُسے نکال نہ سکے۔ کنوئیں میں جو رسی ڈالی جاتی وہ چھوٹی ہو جاتی یا ٹوٹ جاتی۔ ابوجہل مایوس ہوا تو اس کے دل نے شہادت دی کہ اس کنوئیں سے مجھے صرف حضور ﷺ ہی نکال سکتے ہیں۔ ابوجہل پکا بے ایمان تھا لیکن باوجود اس کے بھی محسن

انسانیت کے اخلاق، حسن سلوک کا دلی طور پر معترف تھا۔ ابو جہل نے حضور اکرم ﷺ کو پیغام بھیجا حضور ﷺ فوراً تشریف لائے۔ فرمایا چچا تمہاری ساری تدبیریں ناکام ہو گئیں اگر میں تم کو اس گڑھے سے باہر نکال دوں تو کیا تم ایمان لے آؤ گے، ابو جہل نے کہا ضرور، چنانچہ حضور ﷺ نے دست مبارک کنوئیں میں ڈالا تو وہ ابو جہل کے ہاتھ تک پہنچ گیا اور ابو جہل کو کنوئیں سے باہر نکال لیا لیکن کنوئیں سے باہر آنے کے بعد ابو جہل نے کہا بھتیجے تو بہت بڑا جادوگر ہے (نعوذ باللہ)۔

حضور ﷺ کی پوری زندگی اخلاق حسنہ کا بہترین نمونہ تھی۔ کسی بھی موقع پر حضور ﷺ نے اخلاق کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ غزوہ ذات رقاع کے سفر سے واپس آ رہے تھے۔ راستے میں آرام کی خاطر ایک درخت کے نیچے سو رہے۔ کافروں نے غورث بن حارث کو انعام واکرام کا لالچ دے کر حضور ﷺ کے قتل کیلئے تیار کیا۔ غورث تلوار لے کر حضور ﷺ کے قریب آپہنچا۔ ذرا آہٹ ہوئی تو حضور ﷺ کی آنکھ کھل گئی۔ غورث نے کہا اب آپ ﷺ کو میرے ہاتھ سے کون بچائے گا۔ حضور ﷺ نے اطمینان سے جواب دیا کہ جو ہمیشہ بچاتا ہے وہ اللہ تیرے ہاتھ سے بھی بچائیگا۔ غورث پر ہیبت طاری ہو گئی اور تلوار ہاتھ سے گر پڑی، حضور ﷺ نے تلوار اٹھالی اور فرمایا اب تو بتا تجھے میرے ہاتھ سے کون بچائے گا۔ غورث نے ہاتھ باندھ کر عرض کی کہ آپ ﷺ کا اخلاق بچائے گا جسکی ساری دنیا میں دھوم مچی ہوئی ہے۔ حضور ﷺ نے اُسے معاف کر دیا اور سراپا رحم وکرم مجسمہ اخلاق نبی ﷺ نے تلوار دشمن کے ہاتھ میں تھما دی۔ حضور ﷺ کے عفو ودرگزر سے غورث اتنا متاثر ہوا کہ کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔

حضور ﷺ کے سیرت طیبہ کی ایک اہم خصوصیت عفو ودرگزر ہے۔ آپ ﷺ نے بیسیوں مواقع پر اپنے جانی دشمنوں کو معاف فرمایا۔ ایک یہودی عورت نے آپ ﷺ کو زہریلا بکری کا گوشت کھلایا پھر اپنے جرم کا اعتراف بھی کیا لیکن پیارے محبوب ﷺ نے اُسے معاف کر دیا۔ فتح مکہ کے موقع پر جب تمام دشمن سہمے کھڑے تھے اور ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے کہ حضور ﷺ ہمارے ساتھ کیا سلوک کرینگے کیونکہ ہم نے انہیں طرح طرح کی اذیتیں اور تکالیف دی ہیں لیکن

حضور ﷺ نے عفو ودرگزر کا مظاہرہ کرتے ہوئے سب کو معاف کردیا۔ سورۃ احزاب میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب ۳۳ : ۲۱) یعنی تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بہترین اور کامل نمونہ ہے۔

حضور ﷺ روزمرہ کے معمولات نہایت احسن طریقے سے نبھاتے تھے، آپ ﷺ نے کبھی سختی سے کام نہ لیا بلکہ ہمیشہ چھوٹے بڑے، امیر غریب سب سے نرمی کا برتاؤ کرتے تھے۔ آپ نے مسلمانوں کے اخلاق کی اصلاح پر بہت زور دیا ہے۔ موطا امام مالک اور مسند امام احمد میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''میں اسلئے بھیجا گیا ہوں کہ اخلاقی خوبیوں کو کمال تک پہنچادوں'' یعنی فروغ اخلاق تو بعثتِ محمدی ﷺ کا مقصدِ خاص ہے اور حضور ﷺ کو اخلاق کے فروغ کیلئے مبعوث فرمایا گیا۔ سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی میں حضرت ابوالدرداء ؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن مومن کے میزانِ عمل میں سب سے زیادہ بھاری چیز اچھے اخلاق ہونگے۔

حضور اکرم ﷺ کی شفقت ومحبت بھی آپکے اخلاقِ حمیدہ کی خوبیوں میں شمار ہوتی ہے۔ آپ ﷺ بچوں کے ساتھ انتہائی پیار ومحبت سے پیش آتے تھے۔ جب آپ ﷺ کا گزر بچوں کے پاس سے ہوتا تو آپ ﷺ انہیں سلام کرتے اور رک کر پیار کرتے۔ اگر آپ ﷺ سواری پر ہوتے تو بچوں کو پیچھے بٹھالیتے۔ اس طرح مردوں اور عورتوں سے بھی نہایت عزت واحترام سے اور حسنِ اخلاق سے پیش آتے۔ آپ ﷺ نے ہر مقام پر اخلاق حسنہ کا مظاہرہ فرمایا۔ کبھی رنگ ونسل، خاندان، امیر غریب کا لحاظ نہ رکھا بلکہ بلا کسی تمیز کے ہر ایک سے خندہ پیشانی سے پیش آتے۔

آپ ﷺ بیماروں کا بہت خیال رکھتے تھے۔ بیماروں کی تیمارداری کرتے اور ان کیلئے دعا فرماتے۔ ایک دفعہ ایک کافر عورت بیمار پڑ گئی یہ وہی عورت تھی جو آپ ﷺ کے راستے میں گندگی پھینکتی تھی۔ جب حضور ﷺ کو اس عورت کی بیماری کا علم ہوا تو اسکی تیمارداری کیلئے تشریف لے گئے۔ وہ عورت نہایت شرمندہ ہوئی اور حضور ﷺ کے اخلاق سے اتنی متاثر ہوئی کہ اسلام قبول کرلیا۔

سرکارِ مدینہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا خلق سب سے عظیم تھا اور اس عظمت کا اعلان خود اللہ تعالیٰ

نے فرمایا اس کے باوجود اُمت کی تعلیم کی خاطر اور اخلاق کی اہمیت کے بیان کیلئے حضور ﷺ دعا کیا کرتے تھے۔ حضور عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''اے اللہ تو نے اپنے کرم سے میرے جسم کی ظاہری بناوٹ اچھی بنائی ہے، اس طرح میرے اخلاق بھی اچھے کردے۔ (مسند امام احمد)۔ اسکا مفہوم یہ بھی ہے کہ جسم کی خوبصورتی اور اچھی ظاہری بناوٹ کی اتنی اہمیت نہیں ہے جتنی بہتر اخلاق کی ہے۔ بیہقی میں ہے کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ انسان کو جو کچھ عطا ہوا ہے اس میں سب سے بہتر کیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا ''اچھے اخلاق'' معلوم ہوا کہ انسان کیلئے خداوند کریم کی نعمت عظمیٰ خوش خلقی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے اِن میں سب سے زیادہ اہم نعمت اچھے اخلاق ہیں۔ جو آدمی اس نعمت سے نوازا گیا ہے وہ اپنی خوش قسمتی کو محسوس کرتے ہوئے خدا کا شکر ادا کرے۔

اخلاق حسنہ میں سخاوت کو بھی ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔ حضور ﷺ جود و کرم میں بھی اپنی مثال آپ ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ آپکی شانِ جود و کرم کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ لوگوں کو بھلائی پہنچانے کیلئے ساری دنیا سے زیادہ سخی تھے اور رمضان المبارک کے مہینے میں اس میں بے پناہ اضافہ ہو جاتا تھا اور جب اس ماہِ مبارک میں جبرئیل علیہ السلام دورۂ قرآن کیلئے حاضر ہوتے آپ ﷺ کی سخاوت کا یہ عالم ہوتا کہ جیسے تیز ہوا چلتی ہے۔ (شمائل نبویہ ﷺ)

اگر انسان کے اخلاق اچھے ہوں تو اس کا وجود لوگوں کیلئے رحمت کا باعث ہوتا ہے، بنی نوع انسان اس سے فیض یاب ہوتے ہیں، جو جو شخص اس سے ملتا ہے وہ راحت محسوس کرتا ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ آپ ﷺ کے اخلاق کو نمونہ سمجھ کر زندگی بسر کریں، آپ ﷺ کے نقش قدم پر چلنے ہی میں ہماری فلاح اور نجات ہے۔

اہل سنت والجماعت کے عقائد

صاحبزادہ محمد فاروق مرتضوی

ایم ایس سی شماریات

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ رحمۃ اللہ علیہ نے اہل سنت والجماعت کے عقائد اپنے مکتوبات شریف میں قلمبند فرمائے ہیں۔ متوسلین وناظرین اپنے عقائد کو درج ذیل عقائد اہل سنت والجماعت کے موافق کر کے اخروی نجات حاصل کر سکتے ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ اپنی قدیم ذات کے ساتھ موجود ہے اور تمام اشیاء اُسی کی ایجاد سے موجود ہوئی ہیں اور اُسی کے پیدا کرنے سے عدم سے وجود میں آئی ہے۔ حق تعالیٰ قدیم وازلی ہے اور تمام اشیاء حادث اور نو پدید ہیں اور جو قدیم وازلی ہے وہ ابدی ہے اور جو حادث اور نو پدید ہے وہ فانی اور نیست ونابود اور زائل ہونے والا ہے۔

(۲) حق تعالیٰ ایک ہے اُسکا کوئی شریک نہیں نہ وجوب وجود میں اور نہ عبادت کے استحقاق میں، وجوب وجود اس کے سوا کسی اور کیلئے مناسب نہیں اور اِس کے سوا عبادت کا مستحق کوئی نہیں۔

(۳) حق تعالیٰ کی صفات کاملہ ہیں جن میں سے حیات وعلم وقدرت وارادت وسمع وبصیر وکلام وتکوین ہیں جو قدیم وازلیت کے ساتھ متصف ہیں اور حق تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قدیم ہیں۔

(۴) تمام ناقص صفتیں حق تعالیٰ کی بارگاہ میں مسلوب ہیں حق تعالیٰ جواہر واجسام واعراض کے صفات ولوازم سے منزہ ومبرا ہے۔

(۵) حق تعالیٰ نہ جسم ہے، جوہر نہ عرض نہ محدود نہ متناہی نہ طویل نہ عریض نہ دراز نہ کوتاہ نہ فراخ نہ تنگ ہے بلکہ واسع ہے۔ نہ اِس وسعت کے ساتھ جو ہمارے فہم میں آسکے اور محیط ہے نہ اِس احاطہ سے جو ہمارے ادراک میں آسکے اور قریب ہے نہ اس قرب سے جو ہماری عقل میں آسکے اور وہ ہمارے ساتھ ہے نہ اس معیت سے جو مشہور ومعروف ہے۔ ہم ایمان لاتے ہیں کہ حق تعالیٰ واسع، محیط، قریب اور

ہمارے ساتھ ہے۔

(۶) حق تعالیٰ کسی چیز کے ساتھ متحد نہیں ہوتا اور نہ کوئی چیز اس کے ساتھ متحد ہوتی ہے اور نہ کوئی چیز اس میں حلول کرتی ہے اور نہ وہ کسی شے میں حلول کرتا ہے۔ تبعض و تجزی یعنی بعض بعض اور جزو جزو ہونا اسکی بارگاہ میں محال ہے اور ترکیب و تحلیل اسکی جناب سے دور ہے۔

(۷) حق تعالیٰ کا کوئی مثل اور برابر نہیں نہ اسکی عورت نہ کوئی بیٹا، حق تعالیٰ کی ذات و صفات بیچون و بیچگون اور بے شبہ و بے مانند ہیں۔

(۸) قرآن مجید حق تعالیٰ کا کلام ہے جس کو حرف اور لباس دے کر ہمارے پیغمبر ﷺ پر نازل فرمایا ہے اور بندوں کو اس کے ساتھ امر و نہی کا حکم کیا ہے جس طرح ہم اپنے نفسی کلام کو کام و زبان کے ذریعے حرف و آواز کے لباس میں لا کر ظاہر کرتے ہیں اور اپنے پوشیدہ مقصدوں اور مطلبوں کو عرصہ ظہور میں لاتے ہیں۔ اسی طرح حق تعالیٰ نے اپنے نفسی کلام کو کام و زبان کے وسیلہ کے بغیر اپنی قدرت کاملہ سے حرف و آواز کا لباس عطا فرما کر اپنے بندوں کو بھیجا ہے اور اپنے پوشیدہ اور امر و نواہی کو حرف و آواز کے ضمن میں لا کر ظہور کے میدان میں جلوہ گر کیا ہے۔ پس کلام کی دونوں قسمیں نفسی اور لفظی حق تعالیٰ کے کلام ہیں اور دونوں قسموں پر کلام کا اطلاق کرنا حقیقت کے طور پر ہے جس طرح کہ ہمارے کلام کی دونوں قسمیں نفسی اور لفظی حقیقت کے طور پر ہمارے کلام ہیں نہ یہ کہ قسم اوّل حقیقت ہے اور دوسری مجاز کیونکہ مجاز کی نفی جائز ہے، کلام لفظی کی نفی کرنا اور اس کو کلام اللہ نہ کہنا کفر ہے۔

(۹) مومنوں کا حق تعالیٰ کو بہشت میں بے جہت و بے مقابلہ و بے کیف و بے احاطہ دیکھنا حق ہے۔ اس آخرت کی رویت اور دیدار پر ہمارا ایمان ہے۔

(۱۰) انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حق تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہیں تا کہ خلق کو حق تعالیٰ کی طرف بلائیں اور گمراہی سے سیدھے راستہ پر لائیں۔ جو شخص ان کی دعوت کو قبول کرے اس کیلئے جنت کی خوشخبری ہے اور جو کوئی انکار کرے اس کیلئے دوزخ کے عذاب کی وعید ہے۔

(۱۱) تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے خاتم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ کا دین

تمام گذشتہ دینوں کا ناسخ ہے اور آپ ﷺ کی کتاب تمام گذشتہ کتابوں سے بہتر ہے۔ آپ ﷺ کی شریعت منسوخ نہ ہوگی بلکہ قیامت تک باقی رہی گی۔ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نزول فرما کر آپ ﷺ کی شریعت پر عمل کریں گے اور آپ ﷺ کے اُمتی ہو کر رہیں گے۔

(۱۲) جو کچھ رسول اللہ ﷺ نے آخرت کے احوال کی نسبت خبر دی ہے سب حق اور سچ ہے یعنی قبر کا عذاب اور اُسکی تنگی، منکر نکیر کا سوال، جہان کا فنا ہونا، آسمانوں کا پھٹ جانا، ستاروں کا پراگندہ ہونا، زمین و پہاڑوں کا ریزہ ریزہ ہونا اور مرنے کے بعد جی اُٹھنا۔ روح کا جسم میں واپس ڈالنا، قیامت کا زلزلہ اور خوف، عملوں کے حساب، کیے ہوئے اعمال پر اعضاء کی شہادت، نیک و بد اعمالنامہ کا دائیں اور بائیں ہاتھ اڑ کر آنا اور بُرے اور بھلے اعمال کے تولنے کیلئے میزان کا رکھنا اور اس کے ذریعے بُرائیوں بھلائیوں کی کمی بیشی معلوم کرنا، اگر نیکیوں کا پلہ بھاری ہوا تو نجات کی علامت ہے اور اگر ہلکا ہوا تو خسارہ کا نشان ہے۔

(۱۳) انبیاء علیہم الصلوٰاۃ السلام وصالحین کی شفاعت حق ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے اذن سے اوّل پیغمبر گناہگار مومنوں کی شفاعت کریں گے پھر صالحین، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے شفاعتی لاھل الکبائر من امتی یعنی میری شفاعت میری اُمت میں سے کبیرہ گناہ کرنے والوں کیلئے ہوگی۔

(۱۴) پُل صراط حق ہے اسکو دوزخ کی پشت پر رکھیں گے۔ مومن اُس پل کو عبور کر کے بہشت میں جائیں گے اور کافر پھسل پھسل کر دوزخ میں گریں گے۔

(۱۵) بہشت جو مومنوں کے آرام کیلئے ہے اور دوزخ کافروں کے عذاب کیلئے تیار کی گئی ہے۔

(۱۶) جس کے دل میں ذرہ ایمان ہوگا، اُسکو دوزخ سے نکال لیں گے یعنی گناہوں کی زیادتی کے باعث دوزخ میں ڈالیں گے اور گناہوں کے موافق عذاب دیکر دوزخ سے اس کو نکال لیں گے اور اس کے ایمان کی برکت سے کفار کی طرح اس کے منہ کو سیاہ نہ کریں گے اور طوق وزنجیر اس کو نہ ڈالیں گے۔

(۱۷) فرشتے اللہ تعالیٰ کے مکرم مخلوق ہے حق تعالیٰ کے امر کی نافرمانی اُن کے حق میں جائز نہیں۔

(۱۸) ایمان تصدیق قلبی و اقرار زبانی ہے ان احکام کے ساتھ جو دین سے تواتر و ضرورت کے ساتھ مجمل و مفصل طور پر ہم تک پہنچے ہیں۔ اعضاء کے اعمال نفس ایمان سے خارج ہیں لیکن ایمان میں کمال کو بڑھاتے اور خوبی کو پیدا کرتے ہیں۔

(۱۹) مومن گناہ کرنے سے اگرچہ کبیرہ ہوں ایمان سے خارج نہیں ہوتا اور دائرہ کفر میں داخل نہیں ہوتا۔ اگر مومن عاصی کو غرغرہ یعنی وقت نزع سے پہلے توبہ کی توفیق حاصل ہو جائے تو نجات کی بڑی اُمید ہے کیونکہ آخرت میں رحمت الٰہی سے محروم ہونا کافروں کے ساتھ مخصوص ہے اور جو کوئی ذرّہ برابر بھی ایمان رکھتا ہے رحمت کا اُمیدوار ہے۔

(۲۰) خلافت و امامت کی بحث اہل سنت والجماعت کے نزدیک اگرچہ دین کے اُصول میں سے نہیں اور نہ ہی اعتقاد کے ساتھ کچھ تعلق رکھتی ہے۔ حضرت خاتم الرسل ﷺ کے بعد امام برحق اور خلیفہ مطلق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، اُن کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، اُن کے بعد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور ان کے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اور ان کی فضیلت ان کی خلافت کی ترتیب پر ہے۔ شیخ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ جو اہل سنت کا رئیس ہے فرماتا ہے کہ شیخین کی افضلیت باقی اُمت پر قطعی ہے سوائے جاہل یا متعصب کے اسکا کوئی انکار نہیں کرتا، حضرت امیر کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جو کوئی مجھ کو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر فضیلت دے وہ مفتری ہے میں اسکو اسی طرح کوڑہ لگاؤنگا جس طرح مفتری کو لگاتے ہیں۔

(۲۱) حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔

(۲۲) لڑائی جھگڑے جو اصحاب کرام کے درمیان واقع ہوئے ہیں جیسے کہ جمل اور صفین، انکو نیک وجہ پر محمول کرنا چاہئے اور ہوا و تعصب سے دور سمجھنا چاہئے کیونکہ ان بزرگواروں کے نفوس حضرت خیر البشر ﷺ کی صحبت میں ہوا و ہوس سے پاک اور حرص و کینہ سے صاف ہو چکے تھے۔ اگر ان میں صلح تھی تو حق کیلئے تھی اور اگر لڑائی جھگڑا تھا تو حق کیلئے تھا۔ ہر ایک گروہ نے اپنے اپنے اجتہاد کے موافق عمل کیا اور مخالف کو رنج و تعصب کے بغیر اپنے سے دفع کیا ہے جو اپنے اجتہاد میں مصیب ہے۔ اسکو

دو درجہ بلکہ ایک قول کے موافق دس درجہ کا ثواب ہے اور جو مخطی ہے ایک درجہ ثواب اُسکو بھی حاصل ہے پس مخطی اور مصیب کی طرح ملامت سے دور ہے بلکہ درجات ثواب میں ایک درجہ ثواب کی اُمید رکھتا ہے۔ حضرت پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے ایاکم وما شجر بین اصحابی یعنی اختلاف میرے اصحاب کے درمیان ہوا ہے تم اس سے بچو۔

کوئی بزرگ فرماتا ہے ما امن برسول اللہ من لم یوقر اصحابہ (اس شخص کا رسول اللہ ﷺ پر ایمان نہیں جس نے ان اصحاب کی عزت نہ کی)

(۲۳) قیامت کی علامتیں جن کی نسبت مخبر صادق ﷺ نے خبر دی ہے سب حق ہے ان میں کسی قسم کا اختلاف نہیں یعنی آفتاب عادت کے برخلاف مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا۔ حضرت مہدی علیہ رضوان ظاہر ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائینگے، دجال نکل آئے گا اور یاجوج ماجوج ظاہر ہوں گے، دابۃ الارض نکلے گا اور دھواں جو آسمان سے پیدا ہوگا اور تمام لوگوں کو گھیر لے گا اور دردناک عذاب دے گا اور لوگ بیقرار ہوکر کہیں گے اے ہمارے پروردگار اس عذاب سے ہم کو دور کر ہم ایمان لائے اور آخیر کی علامت وہ آگ ہے جو عدن سے نکلے گی بعض نادان گمان کرتے ہیں کہ جس شخص نے اہل ہند میں سے م۔۔ی ہو۔۔ نر کا دعویٰ کیا تھا وہی مہدی موعود ہوگا۔ پس ان کے گماں میں مہدی گزر چکا ہوگا اور فوت ہوگیا ہے اور اسکی قبر کا پتہ دیتے ہیں کہ فرا میں ہے احادیث صحیحہ جو حد شہرت بلکہ حدِ تواتر تک پہنچ چکی ہیں۔ ان لوگوں کی تکذیب کرتی ہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ نے جو علامتیں حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کیلئے فرمائی ہیں ان لوگوں کے معتقد شخص کے حق میں مفقود ہیں۔ احادیث نبوی ﷺ میں آیا ہے کہ مہدی موعود آئینگے اُن کے سر پر ابر ہوگا، اس ابر میں ایک فرشتہ ہوگا جو پکار کر کہے گا کہ یہ شخص مہدی ہے اسکی متابعت کرو۔

پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل اکہتر ۷۱ فرقے ہوگئے تھے جو ایک کے سوا سب کے سب دوزخ میں ہیں اور عنقریب میری اُمت کے لوگ تہتر فرقے ہوجائیں گے جن میں ایک فرقہ ناجیہ ہے اور باقی سب دوزخ میں ہوں گے۔ پوچھا گیا کہ وہ فرقہ ناجیہ کونسا ہے؟ فرمایا کہ فرقہ ناجیہ وہ

لوگ ہیں جو اِس بات پر ہیں جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب اور وہ ایک فرقہ ناجیہ اہل سنت والجماعت ہیں جنہوں نے آنحضرت ﷺ اور اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی متابعت کو لازم پکڑا ہے۔

اللھم ثبتنا علی معتقدات اھل السنۃ والجماعۃ و امتنا فی زمرتھم و احشرنا منھم

یا اللہ تو ہم کو جماعت اہل سنت والجماعت کے اعتقاد پر ثابت قدم رکھ اور ان کے گروہ میں مار اور انہی کے ساتھ اُٹھا۔

ربنا لاتذغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا و ھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب

یا اللہ تو ہدایت دیکر پھر ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر اور اپنی بارگاہ سے ہم پر رحمت نازل فرما، تو بڑا بخشنے والا ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ رحمۃ اللہ علیہ کتاب غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں کہ بدعتیوں کے گروہ جن کے اصول یہ نو گروہ ہیں۔(۱) خوارج (۲) شیعہ (۳) معتزلہ (۴) مرجیہ (۵) مشبہ (۶) جہمیہ (۷) ضراریہ (۸) نجاریہ (۹) کلابیہ۔ آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی خلافت کے زمانہ میں نہ تھے۔ یہ گروہ صحابہ تابعین اور فقہائے سبعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دنیا سے پردہ فرما جانے کے کئی سال بعد پیدا ہوئے۔

حضور پاک ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی میرے بعد زندہ رہیگا، بہت اختلاف دیکھے گا۔ پس تم میرے سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو دانتوں کے ساتھ مضبوط پکڑو اور نئے نئے امور سے اپنے آپ کو بچاؤ کیونکہ ہر ایک بدعت ضلالت ہے اور جو کچھ میرے بعد پیدا ہوگا وہ رد ہے اور سنت سے دور ہے۔

مخبر صادق ﷺ نے فرمایا ہے کہ قیامت آنے سے پہلے سیاہ رات کی طرح فتنے برپا ہوں گے۔ اس وقت آدمی اگر صبح کو مومن ہوگا تو شام کو کافر ہوگا اور اگر شام کو مومن ہوگا تو صبح کو کافر ہوگا اسوقت بیٹھنے والا کھڑے ہونیوالے سے اور چلنے والا دوڑنے والے سے اچھا ہوگا۔ اسوقت تم اپنی کمانوں کو توڑ

ڈالو اور اپنی تلواروں کو پتھروں سے کند کردو اگر تم میں سے کوئی کسی کے پاس جائے تو اس کے پاس آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں میں سے بہتر کی طرح جائے اور ایک روایت میں ہے کہ یاروں نے پوچھا کر ہم کیا کریں، فرمایا اسوقت تم اپنے گھروں میں بیٹھے رہو اور دوسری روایت میں ہے کہ اپنے گھروں کے اندرون کو لازم پکڑو۔

کلام اللہ کا ختم کرنا اور نماز نفل کا پڑھنا اور تسبیح وتہلیل کرنا اور اُسکا ثواب والدین، اُستاد یا بھائیوں اور عزیز واقارب وغیرہ کو بخشنا بہتر ہے۔ بندہ مقبول وہ ہے جو اپنے مولیٰ کے فعل پر راضی ہو اور جو شخص اپنی رضا کا تابع ہے وہ اپنا بندہ ہے۔ اگر مولیٰ بندہ کی گردن پر چھری چلادے تو بندہ کو چاہئے کہ اُسوقت شاداں وخنداں ہو اور اسی میں اپنے مولیٰ کی رضامندی سمجھے بلکہ اس فعل سے لذت حاصل کرے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے

الخلق عیال اللہ و احب الخلق الی اللہ من احسن الی عیالہ

خلق اللہ تعالیٰ کی عیال ہے اور مخلوقات میں سے زیادہ پیارا اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص ہے جو اُس کے عیال کے ساتھ احسان کرے۔ حق تعالیٰ بندوں کے رزق کے متکفل ہے اور مخلوقات اس کے عیال کی طرح ہے۔

علماء صرف ظاہر شریعت کے موافق دعوت کرتے ہیں اور اولیاء شریعت کے ظاہر اور باطن کے موافق دعوت دیتے ہیں اوّل مریدوں اور طالبوں کو توبہ اور انابت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اور احکام شرعیہ بجالانے کی ترغیب دیتے ہیں پھر ذکر الٰہی بتلاتے ہیں اور تاکید کرتے ہیں کہ تمام اوقات ذکر میں مشغول رہیں تاکہ ذکر غالب آجائے اور مذکور کے سوا دل میں کچھ نہ رہے۔

غزل

توصیف تبسم

کیا بتاؤں کہ ہے کس زلف کا سودا مجھ کو
دودِ ہر شمع، گریباں نظر آیا مجھ کو

چاند جو ابھرا شبِ غم، مرے دل میں ڈوبا
بھیگتی رات نے کچھ اور جلایا مجھ کو

ہائے کیا کیا مجھے بیتاب رکھا ہے اس نے
یاد کرنے پہ بھی جو یاد نہ آیا مجھ کو

اب تو سانسوں کے تموج سے بھی جی ڈرتا ہے
زندگی تو نے یہ کس گھاٹ اتارا مجھ کو

تھے مری پشت پہ اقدار کے ڈھلتے سورج
بن گیا راہنما، اپنا ہی سایا مجھ کو

راہ بے سمت ہے، افتاد ہے منزل اپنی
خاکِ صحرا ہوں، اڑاتا ہے بگولا مجھ کو

پہلے دیوار اٹھائی تھی کہ خود کو دیکھوں
اب یہاں کوئی نہیں دیکھنے والا مجھ کو

لے اڑی مجھ کو، میرے ذہن کی خوشبو، توصیف
تو نے کیا سوچ کے زنجیر کیا تھا مجھ کو

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق

علاؤالدین عدیم

پیر طریقت رہبر علوم باطن واسرار وحقائق حضرت پرنور قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد عطاء اللہ خان جلوی قادری یکم ماہ رمضان ۱۴۲۳ھ بابت ۷ نومبر ۲۰۰۲ء کو دنیا سے پردہ فرما گئے۔ آپ علیہ الرحمہ کی ولادت پاک فیصل آباد (سابق لائلپور) کی تحصیل جڑانوالہ کے دین پور نامی گاؤں چک نمبر ۶۲ گوب نمبر بی میں ۱۰ دسمبر ۱۹۲۱ء کو ہوئی تھی۔ والد گرامی کا اسم پاک قبلہ فیض اللہ خان تھا جو ایک نہایت نیک طینت پاکباز شخصیت کے مالک تھے۔ میٹرک تک تعلیم یافتہ تھے، علامہ اقبال کے بے حد مداح، ان سے متاثر اور ان کی مجالس کے ہم نشینوں میں سے تھے۔ حضرت علامہ کا کافی کلام زبانی ازبر تھا جو اکثر سنایا کرتے تھے اور اس کی شرح بھی کیا کرتے تھے۔ شغل معاش زمینداری تھا، مزارعین آپ کی زیر نگرانی زمینوں پر کھیتی باڑی کیا کرتے تھے۔

حضرت قبلہ کی ولادت کے بعد والدین نے آپ کا اسم پاک عطاء اللہ خان رکھا تھا مگر بعد میں تقریباً ۲۷ سال کی عمر میں جب سرکار نورالانوار پیرو مرشد حضرت شیخ سائیں غلام محمد امام جلوی رضی اللہ عنہ سے شرف بیعت حاصل ہوا اور ان کے ساتھ نسبت ارادت ہونے کی سعادت پائی تو انہوں نے آپ کا نام محمد عطاء اللہ خان رکھ دیا۔

حضرت قبلہ ڈاکٹر صاحب کا جدی اور آبائی گاؤں جنڈیالہ شیر خان ہے جو پیر وارث شاہ صاحب (مصنف داستان ہیر رانجھا) کی وجہ سے مشہور ہے۔ لاہور سے ۲۰ میل دور قلعہ شیخوپورہ کے قریب تاریخی مقام ہرن مینار ہے جو مغل شہنشاہ جہانگیر کی شکارگاہ تھی، جنڈیالہ شیر خان اسی ہرن مینار سے سات میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

شیر خان مشہور جنگجو اور بہادر شخصیت فتح خان بڑیچ کے فرزند تھے۔ فتح خان قندھار (افغانستان) سے نقل مکانی کر کے جنڈیالہ میں آ کر آباد ہو گئے تھے۔ پشتو میں فتح خان کی بہادری کے قصے اب بھی

صوبہ سرحد کے حجروں میں فخر اور اہتمام سے پڑھے اور سنے جاتے ہیں۔ حضرت قبلہ ڈاکٹر صاحب کی والدہ مکرمہ اسی قصبہ جنڈیالہ شیر خان کے زمیندار نمبردار خاندان سے تھیں جو ایک نہایت نیک، پیروں بزرگوں کو ماننے والی خاتون تھیں اور باقاعدگی سے حضور سرکار غوث اعظم پیران پیر ﷺ کی گیارہویں شریف دینے والی تھیں۔

حضرت قبلہ ڈاکٹر صاحب کا بچپن گاؤں دین پور چک نمبر ۶۲ میں گزرا۔ جہاں پرائمری تک تعلیم آپ نے اپنے گاؤں کے سکول میں حاصل کرنے کے بعد مڈل تک تعلیم کیلئے داخلہ جڑانوالہ روڈ پر واقع سکول میں لیا۔ وہاں پر امتیازی نمبروں سے امتحانات پاس کرنے کے بعد میٹریکولیشن آپ نے فیصل آباد (لائلپور) کے اسلامیہ ہائی سکول طارق آباد سے ۱۹۳۸ء میں کیا۔ یہ سکول گھر سے دور ہونے کے باعث آپ اپنے ایک عزیز ہم جماعت کے ہمراہ گھوڑیوں پر جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اپنے گاؤں کے قریب ہی اپنی گھوڑی سے گر پڑے تھے مگر حضور غوث پاک کی نظر کرم اور اللہ تعالیٰ کی عنایت سے کوئی زیادہ چوٹ نہ آئی۔

۱۹۴۲ء میں زرعی کالج لائلپور سے B.Sc زراعت کی چار سالہ ڈگری انتہائی اعلیٰ نمبروں پر حاصل کر لینے کے بعد اپنے ہی کالج میں آپ کو تدریسی ذمہ داریاں بھی سونپ دی گئی تھیں حالانکہ اس دور میں ملازمتیں ملنا آسان نہ تھا۔ اپنی ملازمت کے دوران آپ نے ایم ایس سی زراعت کی تکمیل بھی کر لی جس کے بعد والدین اور خاندان کے بزرگوں نے آپ کو رشتہ ازدواج میں بھی منسلک کروا دیا اور آپ کی شادی ایک نہایت معزز عالی نسب خاندان کے بزرگ کی دختر نیک اختر سے ہو گئی۔

۱۹۵۸ء میں آپ آسٹریلیا تشریف لے گئے جہاں دو سال قیام کے دوران آپ نے سڈنی یونیورسٹی سے Genetics میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ آسٹریلیا روانگی سے قریباً آٹھ دس سال پہلے ہی آپ سائیں پاک حضرت امام جلوی ﷺ کے دست مبارک پر بیعت سے شرف یاب ہو چکے تھے اور بیرون ملک اپنے مرشد پاک کی اجازت خاص ہی سے تشریف لے گئے۔

دوران ملازمت ہی آپ کو ۱۹۵۵ء میں ماموں بزرگوار کی معیت میں حج بیت اللہ کی سعادت

بھی نصیب ہوئی جو آپ کے مرشد پاک کے فیضان نظر ہی کا اثر تھا کیونکہ اس دوران حرم کعبۃ اللہ اور مدینہ منورہ میں بارگاہ نبی پاک ﷺ میں حاضری کے موقع پر انوار و تجلیات کے کئی مشاہدات ہوئے اور حضور ﷺ نے کمال مہربانی اور شفقت فرمائی بعد میں ۱۹۹۱ء تا ۱۹۹۴ء قریباً ہر سال چار مرتبہ عمرہ کی ادائیگی کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔

جن لوگوں کے نصیب میں ازلی سعید ہونا لکھا ہوتا ہے اس کے آثار ان کے بچپن میں ہی ظاہر ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ پاک طینت والدین کی تربیت کا اثر تھا کہ حضرت قبلہ ام لڑکپن ہی سے دینی رجحانات رکھتے تھے۔ اپنی ایک مجلس میں ایک موقع پر چھوٹی عمر کے واقعات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کے ایک دوست بزرگ ان کے گاؤں میں کبھی کبھی تشریف لایا کرتے تھے۔ وہ اکثر انہی کے مکان کے مردانہ حصہ میں قیام فرماتے۔ آپ جب کبھی ان کی مجلس میں جا پہنچتے تھے تو وہ سید صاحب آپ پر خاص شفقت فرماتے اور کمال محبت سے اپنے ساتھ چارپائی پر دیر تک بٹھائے رکھتے جبکہ باقی سب حاضرین فرش نشین ہوتے۔ گیارہ سال کی عمر ہی سے نماز، روزہ اور اوراد و ظائف کا شوق اس قدر دامنگیر ہو گیا تھا کہ زیادہ تر وقت گاؤں کی مسجد میں ہی گزرتا۔ فرض نمازوں کے علاوہ نوافل، تسبیح، ورد وظیفہ مختلف قسم کے اشغال میں مصروف رہتے۔ ہر نماز کیلئے وقت سے پہلے مسجد تشریف لے جاتے اور اذان پڑھتے۔ اس کے علاوہ مذہبی تہواروں شب قدر، میلاد شریف وغیرہ پر زیادہ وقت مسجد میں ہی عبادت کرتے ہوئے گزارتے۔

زرعی کالج لائلپور میں ملازمت کے دوران ایک روز تدریسی عملہ ہی کے ایک رکن محمد اقبال حسین علیم سے ملاقات ہوگئی جن کے توسط سے سرکار پر انوار پیر طریقت شیخ الشیوخ حضرت غلام محمد سائیں پاک امام جلوی کے یہاں باریابی کا شرف حاصل ہوا۔ یہ صاحب سکھ مذہب سے تعلق رکھتے تھے مگر کالج کی سوشل تقریبات میں بہت خوش الحانی سے نعتیں سنایا کرتے تھے۔ اس پر آپ کو تجسس ہوا کہ یہ نعتیں کس سے لکھوا کر لاتے ہیں پوچھنے پر معلوم ہوا کہ در پردہ حضرت قبلہ و کعبہ حضور سائیں پاک کے دست مبارک پر اسلام قبول کر چکے ہیں اور ہر اتوار کو جب کالج کی چھٹی ہوتی ہے تو وہ ان کے دہاں

جلوانہ شریف تحصیل سمندری جایا کرتے ہیں۔

اس سے پیشتر آپ اسلامی کتب کے مطالعہ خصوصاً حضرت شاہ ولی اللہ کی کتاب ''قول فیصل'' اور ''حجۃ البالغہ'' سے ضرورت تلاش حق اور بیعت کے واجب ہونے کے بارے میں معلومات حاصل فرما چکے تھے۔ اقبال حسین علیم کے ساتھ سائیں سرکار حضرت امام جلوی ﷫ کی مجلس پاک میں جب پہلی مرتبہ حاضر ہوئے تو حضور تمام دن قرآن پاک کے حروف مقطعات کی تعلیم فرماتے رہے۔ ذوق و شوق اور استغراق ومحویت کے عالم میں پتہ بھی نہ چلا اور پورا دن گزر گیا۔ نماز مغرب کے بعد سرکار پر انوار قبلہ کونین فخر الواصلین سائیں پاک حضرت پیر غلام محمد امام جلوی ﷫ نے آپ کو اپنے شرف ارادت سے نوازا۔ سلسلہ عالیہ قادریہ قطبیہ جلویہ میں داخلہ عطا فرمایا اور ارشاد و کلام پاک و اشغال وظائف سلسلہ شریف مرحمت فرمائے۔ رات بھر آپ پر استغراق کی حالت طاری رہی۔ اس کے بعد ہر اتوار دربار پاک میں حاضری ان کی معمول بن گیا اور اپنے مرشد عالی مقام سائیں پاک ﷫ کی نظر کرم اور توجہ خاص سے سلوک کی منازل بہت تیزی کے ساتھ طے فرمالیں۔

جب بھی حضور سائیں سرکار پیر و مرشد جلوانہ شریف سے لائلپور (فیصل آباد) تشریف لاتے تو حضرت قبلہ ام ڈاکٹر صاحب ہی کے مکان میں قیام فرماتے جو زرعی کالج کی طرف سے آپ کو ملا ہوا تھا۔ اس قیام کے دوران وہیں مجلس برپا ہوتی جس میں کالج کے عملے کے علاوہ شہر سے اور نواحی علاقے ڈھڈی والہ سے لوگ حضرت شیخ امام جلوی کی خدمت عالیہ میں حاضر ہونے کا شرف پاتے اور فیضیاب ہو کر جاتے۔

آسٹریلیا میں سڈنی یونیورسٹی سے آپ نے پی ایچ ڈی کر لی تو وہاں سے واپسی کے بعد ۱۹۸۶ء میں آپ کو زرعی یونیورسٹی پشاور میں بطور پروفیسر ملازمت مل گی اور آپ فیصل آباد سے نقل مکانی کر کے یہاں تشریف لے آئے مگر یہاں سے بھی آپ اپنے مرشد پاک کی خدمت میں حاضر ہونے کیلئے باقاعدگی سے جاتے رہے۔ عمر کے آخری حصہ میں حضور سایاں پاکاں کو ذیابیطس کے عارضہ کی وجہ سے لاہور کے ایک ہسپتال میں داخل ہونا پڑا۔ آپ ان کی عیادت اور احوال پرسی کیلئے پشاور سے

تشریف لے جاتے رہے یہاں تک کہ جب حضرت عالی مرتبت کے وصال کا وقت قریب ہوا تو آپ جلوانہ شریف میں موجود تھے۔ جب حضور وصال فرما گئے تو دربار شریف میں لوگوں کا زبردست اژدھام تھا مگر صرف آپ کو اور آپ کے ایک اور پیر بھائی کو اندر جانے کی اجازت ملی اور آپ نے اپنے مرشد پاک کے پاس پہنچ کر اپنے حضرت صاحب کی پیشانی مبارک چومنے کی سعادت پائی۔

اس کے بعد ہر سال باقاعدگی سے آپ عرس کے موقع پر اپنے مرشد عالی کے روضہ پاک پر حاضری دیتے رہے۔ فیصل آباد میں حضرت امام جلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرقد کی تعویذ مبارک زمین سے کئی فٹ بلندی پر واقع ہے۔ عرس کے موقع پر عین اس کے نیچے دالان میں آپ کیلئے جگہ مخصوص تھی جہاں ہمیشہ آپ کا بستر لگ دیا جاتا اور اپنے مرشد کے عین زیر سایہ عرس کے دوران آپ مجالس منعقد کر کے فیضانِ جلوی کے موتی لٹاتے رہے۔

آپ کو اپنے مرشد پاک کی زندگی مبارک میں ہی آپ کے خلیفہ مجاز ہونے کا شرف مل چکا تھا۔ اسی لئے بعد میں حضرت امام پاک کے صاحبزادگان اور عصمت خانہ میں ان کی قابل تکریم والدہ مکرمہ بزرگوارہ بھی دربار عالیہ کے ہر قسم کے معاملات اور سالانہ عرس مبارک کے انتظام و انصرام کے سلسلہ میں آپ کی رائے اور ہر مشورہ کو بہت رفیع نظروں سے دیکھتیں اور اسے اہمیت دیتی تھیں۔

حضرت قبلۂ ام ڈاکٹر صاحب ولی کامل اور عارف تکلم کا درجہ رکھتے تھے۔ مجالس میں توحید اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پسندیدہ موضوع تھے بالخصوص وحدۃ الوجود جیسے دقیق مسئلہ کو قرآن و حدیث کے حوالوں سے اس قدر آسان پیرائے میں بیان فرماتے ہیں کہ سننے والے کے ذہن نشین ہو کر رہ جاتا، اس سلسلہ میں انہوں نے جو تصانیف چھوڑی ہیں وہ اس کی شاہد ہیں۔

نسیما جانب بطحا گزر کن

(زیر ترتیب ''رپورتاژ حج وعمرہ'' سے اقتباس)

علاؤالدین عدیم

اللہ تعالیٰ کی عنایت بے پایاں اور محبوب خدا جناب سید الکونین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی خصوصی نظر کرم سے اس عاجز کو حج اور عمرہ کی سعادت تو پہلے نصیب ہو چکی تھی مگر ایک آرزو اور خلش دل میں باقی تھی اور دست بہ دعا رہا کرتا تھا کہ یا الٰہی جس طرح بے مایہ و تہی دست ہونے کے باوجود تو نے فریضہ حج کیلئے اپنے گھر کعبۃ اللہ کی زیارت اور حضور اکرم ﷺ کی رحمت للعالمینی کے صدقہ روضہ رسول پاک ﷺ پر اپنی پلکوں سے جاروب کشی اور صلوٰۃ وسلام کے نذرانے پیش کرنے کی سعادت بخشی تھی کم از کم ایک اور موقع ماہ رمضان کے مقدس مہینہ میں حاضری کا عطا ہو جائے۔ چنانچہ آخری حج ۱۹۹۸ء کے چار سال بعد بارگاہ ایزدی میں اس بندہ پر تقصیر کی آہ وزاری اور دعا ماہ نومبر ۲۰۰۲ء میں مستجاب ہوئی۔

ماہ رمضان کی آمد سے ڈیڑھ دو ماہ پیشتر ہی ویزے کے حصول کی کوشش شروع کر دی تھی۔ آخر خدا خدا کر کے ویزا تو ملا مگر ٹکٹ صرف ۲۷ اکتوبر تا ۱۰ نومبر کے مل سکے جبکہ اپنی شدید خواہش یہ تھی کہ کم از کم ۲۷ رمضان المبارک تک وہاں قیام کر کے واپس آئیں۔ سعودی ائرلائین کی فلائٹ نمبر ۷۲۳ کا طیارہ اسلام آباد کے ہوائی اڈہ سے شام ۶ بجے کی بجائے سات بجے روانہ ہوا حالانکہ ٹکٹ پر چھ بجے کا ٹائم درج تھا۔ ارض مقدس کو جانے والے مسافروں میں ہمارا مختصر ترین قافلہ صرف تین افراد پر مشتمل تھا یعنی میرے علاوہ اہلیہ اور بڑی بہو بھی عمرہ پر جا رہی تھیں۔

اس سفر میں پشاور کے مقامی صحافی اور ڈرامہ نویس یونس قیاسی بھی ساتھ رہے۔ ان کے ساتھ ملاقات اسلام آباد کے ہوائی اڈہ پر ہی ہو گئی تھی۔ ہم ٹکٹ دکھا کر اندر داخل ہو رہے تھے تو دیکھا پیچھے وہ بھی اپنی صاحبزادی اور بھتیجے کے ہمراہ چلے آ رہے ہیں۔ اتفاق سے ان کو عمرہ کیلئے صحرائی ٹریول ایجنسی

نے جو ٹکٹ فراہم کیا تھا اس کی تاریخیں بھی آمد اور واپسی کیلئے وہی تھیں جو ہمارے ٹکٹ کی تھیں۔ اپنی شدید خواہش یہ تھی کہ زیادہ وقت مدینہ طیبہ میں دربار رسول اکرم ﷺ پر حاضر رہتے ہوئے گزارا جائے مگر ہمارے رفیق سفر کرم فرما نے یہ عندیہ ظاہر کیا کہ مکہ اور مدینہ دونوں جگہ افطار و صوم کی رونقیں دیکھنے کا موقع ملنا چاہئے۔

۱۶ اکتوبر کی شام رمضان کے چاند کا اعلان ہوا تو ہمارے ہوٹل ''دارالحرمین'' کے مینیجر نے یکدم کمروں کے کرائے میں ۳۵ ریال مزید کا اضافہ کر کے ۷۵ ریال کر دیا۔ رات مسجد الحرام میں نماز عشاء کے بعد تراویح ادا کیں۔ اگلے روز گیارہ بجے مدینہ منورہ کیلئے چھ نشستوں والی ٹیکسی لی مگر ہوا یہ کہ ابھی مکہ سے دس پندرہ کلومیٹر تک ہی گئے ہوں گے کہ گاڑی خراب ہو گئی۔ ڈرائیور نے اپنی سی کوشش کی مگر اس سے کچھ نہ بن پایا تو کسی دوسری گاڑی میں لفٹ لے کر اس غرض سے چلا گیا کہ کسی ٹھیک کروانے والے مستری کو لا سکے مگر دو تین گھنٹے گزر گئے وہ نہ آیا۔ ہمارے اشاروں پر کوئی بس یا گاڑی رکتی ہی نہ تھی۔ ہم سب روزے سے تھے اوپر سے صحرائے عرب کی کڑکتی دھوپ۔ انتظار کی مدت طویل سے طویل ہوتی جارہی تھی تو آنکھیں بند کر کے حرم مکہ میں گزرے ہوئے لمحات کے تصور میں کھو گیا۔ مجھے یاد پڑا کہ کس طرح ابھی پاکستان میں تھا اور دل میں یہ ارادہ پیدا ہوا کہ رمضان میں عمرہ کیا جائے تو محسوس ہونے لگا تھا کہ کعبۃ اللہ سے ہزاروں میل دور ہونے کے باوجود اس کی زبردست مقناطیسی کشش گویا وہیں سے مجھے اپنی طرف کھینچ رہی ہو، اپنی طرف بلا رہی ہو، بلائے چلی جارہی ہو۔ آخر خدائے مہربان نے ایسے اسباب مہیا کر دیئے کہ اپنے گھر کی مہمانی کی شرف یابی عطا کر دی۔ مسجد الحرام میں نماز ادا کرتے ہوئے یا طواف کرتے ہوئے تو کعبۃ اللہ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے کی اجازت نہیں مگر ایسے ہی اگر صحن حرم کی سیڑھیوں پر بیٹھے ہوئے کعبہ شریف پر نظر ڈالو تو جی چاہتا ہے نظریں اس پر جمی رہیں کہ یہ بھی عبادت اور اس کا ثواب ہے۔

بیت اللہ دل و نگاہ کو اپنی نورانی کشش میں جذب کر کے رکھ لیتا ہے اور انسان پر اکثر لمحات میں ایک وارفتگی کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے کچھ اسی قسم کی رقت آمیز حالت میں اگر اسے میری طرف

سے سوءادب یا کسی اور چیز پر محمول نہ کیا جائے تو پورے تیقن کے ساتھ عرض گزار ہوں کہ مجھے تو ایک سے زیادہ مرتبہ غلاف کعبہ پر محبوب خدا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معروف پر انوار شبیہ اقدس ومقدس ابھر کر سامنے آتی ہوئی دکھائی دی۔ ایسا محض پل بھر کیلئے ایک دو مرتبہ رکن یمانی اور ایک آدھ مرتبہ رکن عراقی کے روبرو بیٹھا ہوا ضرور مشاہدہ ہوا تھا۔

ایک روز بوقت سحر اذان تہجد سے پہلے طواف کر کے نماز فجر کی اذان کے انتظار میں مقام ابراہیم سے ذرا فاصلہ پر بیٹھے ہوئے تھے کہ میری نظریں کعبۃ اللہ کی چھت کی طرف اٹھ گئیں۔ ایسا دکھائی دیا جیسے چھت کے اوپر اور پورے صحن حرم پر ایک نورانی بادل سا چھایا ہوا ہو۔ چاروں طرف سے برقی روشنی کی سیلاب میں یہ نوری بادل واضح طور سے الگ نمایاں دکھائی دے رہا تھا۔ اس ماحول میں چھوٹے چھوٹے پرندے جو غالباً ابابیلیں ہی تھیں خدائے لم یزال کی حمد اپنی تیز سریلی آواز میں چہچہاتے ہوئے کعبۃ اللہ کا طواف کرتی چلی جارہی تھیں۔ میں نے سوچا ضرور اسی طرح ہزاروں لاکھوں فرشتے بھی اس وقت تا حد امکاں بیت المعمور تک کعبہ کے طواف میں مشغول ہوں گے اور پھر اسی لمحہ میرے دل میں ایک عجیب سی خواہش پیدا ہوئی کہ کاش اگر میں ایک ابابیل ہی ہوتا تو نیچے طواف کرنے والوں کے سروں کے اوپر ہی فضاء میں مطاف کا چکر کاٹتے ہوئے بلا روک ٹوک طواف کر سکتا پھر مجھے اپنی اس سوچ پر خود ہی ہنسی آگئی۔ اتنے میں نماز فجر کیلئے موذن کی روح پرور اذان کی گونج حرم پاک میں سنائی دی۔ اذان کے مکمل ہونے پر سب لوگ سنتوں کی ادائیگی کیلئے کھڑے ہو گئے تھے اور میں گاڑی میں بیٹھے ہوئے سوچ رہا تھا کہ مسجد الحرام میں اس طرح گزرے ہوئے یہ کیسے پر سعادت لمحات تھے جس کی یادیں تصور میں رچ بس گئی ہیں۔

ٹیکسی کو ٹھیک کروانے کیلئے اس کا ڈرائیور مستری کو لانے کیلئے ایسا گیا کہ ہم اس کی واپسی سے قریب قریب مایوس ہو گئے کیونکہ اڑھائی تین گھنٹے گزر گئے۔ ظہر کی نماز بھی ہم نے وہیں برلب سڑک اور ٹیکسی کی سیٹوں کے اوپر ہی پڑھی۔ ایسا نظر آرہا تھا کہ کہیں روزہ افطار کرنے تک ہی یہاں ٹھہرنا نہ پڑ جائے۔ ساتھیوں نے نفل کی منت ماننی شروع کی کہ اس ”جائے ماندن نہ پائے رفتن“ کی حالت سے

نجات ملے۔ میں نے سر جھکا کر حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ سے عرض کی، سرکار آپ کے نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں حاضر ہونے کیلئے جانا ہے، اتنی دیر سے یہاں رکے ہوئے کھڑے ہیں۔ایک بنگلہ دیشی نوجوان ڈرائیور جس سے اردو میں بات ہو سکتی تھی انسانی ہمدردی کی خاطر اپنا ٹریلر روک کر ہمارے پاس کھڑا ہو گیا تھا۔اس نے بھی مختلف گاڑیوں کو رکنے کا اشارہ کرنا شروع کر دیا ہم نے ایک دو بڑی گاڑیوں اور بسوں کو ہاتھ دیا تو بولا اگر رکی تو کوئی چھوٹی گاڑی ہی رکے گی۔اتنے میں دور سے ایک چھوٹی گاڑی آتی دکھائی دی۔قریب آنے پر معلوم ہوا بڑی چھ نشستوں والی ٹیکسی ہے۔اشارہ پا کر ہمارے پاس آ کر رک گئی، بالکل خالی تھی اور مدینہ منورہ ہی کو جا رہی تھی، ہم بھی پورے چھ افراد تھے۔ بنگلہ دیشی نوجوان نے عربی میں اس کے ساتھ باصرار ۲۵۰ ریال کرایہ طے کیا اور ہم اس میں سوار ہو گئے۔

راستہ میں ہم کافی لیٹ ہو گئے تھے اسلئے اس میں کامیاب نہ ہو سکے کہ افطار کیلئے وہاں پہنچ سکیں اگرچہ ڈرائیور کافی تیز رفتاری سے آیا مگر ابھی مسجد قبا تک بھی نہ پہنچے تھے کہ اذانیں ہو گئیں، گاڑی میں بیٹھے بیٹھے آب زمزم اور کھجور سے روزہ افطار کیا۔مدینہ منورہ پہنچے تو لوگ شام کی نماز ادا کر کے مسجد نبوی سے باہر آ رہے تھے۔باب ملک فہد کی سمت جو بازار ہے اس میں ''دار الصاعدی'' نام کے ایک ہوٹل میں ۱۲۰ ریال یومیہ پر دو الگ کمرے لئے، لفٹ نہیں تھی کمرے دوسری منزل میں ملے جو خوب کشادہ تھے اور ان میں صاف ستھرے بستر پلنگوں پر بچھے ہوئے تھے۔یہاں سے حرم شریف کے مینار دکھائی دیتے تھے اور ہوٹل مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریب ہی تھا۔اس روز بمشکل ظہر عصر مغرب کی قضاء نمازیں لوٹا کر تراویح میں شرکت کر سکے۔روضہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضری کو میں نے اگلے روز تک کیلئے موخر کر دیا تاکہ غسل کر کے اور کپڑے بدل کر حاضر ہو سکوں۔سو اگلے دن ۷ نومبر کو تیار ہو کر خدمت اقدس میں باریاب ہوا تو صلوٰۃ وسلام کے بعد اپنے مرشد گرامی پروفیسر ڈاکٹر محمد عطاء اللہ خان جلوی قادری کا سلام بھی بہت ادب واحترام اور رقت کی حالت میں پیش کیا۔تمام عرصہ لرزہ براندام رہا اور سلام پیش کرتے ہوئے بمشکل حلق سے آواز نکل رہی تھی کیونکہ آنکھوں سے بھی آنسو جاری تھے۔

گیارہ نومبر کو پاکستان واپس پہنچنے پر جو لرزا دینے والی ہوشربا خبر ملی جس نے نا قابل برداشت صدمہ کی حالت میں مبتلا کر دیا یہ تھی کہ حضرت قبلۂ اُم کا وصال شریف ہو گیا جس سے میں نے اندازہ لگایا کہ جس روز میں نے روضہ رسول پاک ﷺ پر حاضر ہو کر ان کی طرف سے آپ ﷺ کے حضور آہستہ لرزتی آواز میں سلام پیش کیا اسی شام یہاں اسلام آباد میں آپ کا وصال ہو گیا تھا۔

رفتید ولے نے از دلِ ما

(جاری ہے)

بقیہ: معاملات میں پاکبازی اور اکل حلال کے قرآنی احکام

جو ہم نے تمہیں پاکیزہ رزق دیا اور نیک اعمال کرو بے شک میں تمہارے اعمال کو جاننے والا ہوں۔ اور ایمان والوں سے فرمایا اے ایمان والو! تم کھاؤ جو ہم نے تمہیں پاک رزق دیا اور فرمایا ایک شخص ہے جو لمبے سفر پر ہے گرد و غبار سے گھرا ہوا ہے وہ شخص اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف دعاؤں کیلئے پھیلاتا ہے، یا رب یا رب کی صدائیں دیتا ہے اور حالت یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام کا ہے، پینا حرام کا ہے، لباس بھی حرام کمائی کا ہے اور اس کی غذا بھی حرام اشیاء ہیں تو ایسے شخص کی کیا دعا قبول ہو گی؟ (محمد بن عیسیٰ ترمذی، جامع ترمذی جلد ۲، صفحہ ۱۲۸)

حدیث مذکورہ میں ایک تو انبیاء کرام کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ پاکیزہ اشیاء کو استعمال کرو، دوسرے انبیاء کرام کی فطرت حلیمہ بھی حلال و طیب کی طرف راغب ہوا کرتی ہے لہٰذا مسلمانوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے اسی عمل و فعل کی طرف حکم دیا ہے۔

تبصرۂ کتب

نوٹ:- تبصرے کیلئے دو کتابیں ارسال کی جائیں۔

عنوان:- حیات وآثارِ حضرت میاں محمد عمر چمکنی رحمۃ اللہ علیہ ۔ مصنف:- پروفیسر ڈاکٹر محمد حنیف۔

صفحات:- ۵۷۳: قیمت: ندارد ناشر:- اسلامیہ کالج یونیورسٹی آف پشاور

تبصرہ نگار:- سید محمد انور شاہ قادری لائبریرین گورنمنٹ ہائر سکنڈری سکول نمبر ۱ پشاور شہر۔

اس کتاب میں صوبہ سرحد کے ایک مایہ ناز عالم اور صوفی باصفا حضرت میاں محمد عمر چمکنی رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۸۴ھ تا ۱۱۹۰ھ / ۱۶۷۳ء تا ۱۷۷۶ء) کی سوانح حیات اور خدمات کو موضوع تحقیق بنایا گیا ہے۔

موصوف پٹھانوں کے قبیلہ ایسوزئی کی ایک شاخ موسیٰ خیل کے چشم و چراغ تھے۔ آپ ایک بلند پایہ عالم، سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے معروف شیخ کامل اور مایہ ناز اہل قلم تھے۔ آپ کی خانقاہ معلیٰ چمکنی (پشاور) بارہویں صدی ہجری میں افغانستان وہندوستان کے مسلمانوں کیلئے ایک دینی وروحانی مرکز کے علاوہ سیاسی لحاظ سے بھی کلیدی حیثیت رکھتی تھی۔ بڑے بڑے حاکم وفرمانروا نیاز مندانہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے جن میں سلطنت افغانستان کے بانی احمد شاہ ابدالی سرفہرست تھے۔

کتاب ہذا کے مصنف جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد حنیف صاحب چیئر مین شعبۂ تھیالوجی اسلامیہ کالج پشاور ایک معروف دانشور اور محقق ہیں۔ آپ تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کا شغل بھی برابر جاری رکھے ہوئے ہیں۔ متعدد موضوعات پر گراں قدر مقالات لکھ کر موقر رسائل وجرائد میں شائع کروا چکے ہیں۔ اس کتاب کو آپ کی تحقیقات میں شاہکار کی حیثیت حاصل ہے اور یہ آپ کا ڈاکٹریٹ کا مقالہ ہے جس پر یونیورسٹی آف پشاور نے آپ کو پی ایچ ڈی کی ڈگری سے نوازا۔

یہ مقالہ گیارہ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے، پہلے باب میں بارہویں صدی ہجری کی سیاسی، مذہبی اور روحانی تاریخ کا منظر پیش کیا گیا ہے۔ دوسرے باب میں حضرت میاں محمد عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ تیسرے باب میں میاں صاحب کے مشائخ عظام خصوصاً حضرت

شیخ سعدی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ محمد یحییٰ المعروف اٹک حضرت جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح حیات بیان کی گئی ہیں جبکہ چوتھے باب میں اُن دیگر معاصر علمی وروحانی شخصیات کا ذکر کیا گیا ہے جن سے میاں صاحب کو روحانی طور اکتسابِ فیض کرنے کا موقع ملا۔

پانچویں باب میں میاں صاحب کے اخلاق وعادات کے حوالے سے آپکے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم، اتباع سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم، زہد وتقویٰ، عبادت وریاضت، سخاوت وفیاضی، تکبر وانانیت سے پرہیز، حب دنیا سے اجتناب، قناعت واستغناء اور خودداری وبے نیازی جیسی صفات حمیدہ اور اخلاق حسنہ بیان کیے گئے ہیں۔ جبکہ چھٹے باب میں میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سلوک ومعرفت اور خوارق وکرامات پر خامہ فرسائی کی گئی ہے اور ساتویں باب میں میاں صاحب کے علمی مقام پر روشنی ڈالی گئی ہیں۔

میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مذہبی، روحانی اور رفاہی خدمات کا ذکر آٹھویں باب میں کیا گیا ہے یہاں پر تصوف کے دو معروف نظریات وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کی بحث بھی چھیڑی گئی ہے اور وحدۃ الشہود کی تائید وحمایت میں میاں صاحب کے افکار نقل کیے گئے ہیں۔ حضرت میاں محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ ایک کثیر التصنیف بزرگ تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے نویں باب میں آپ کی درج ذیل کتابوں کا تعارف پیش کیا ہے۔

۱۔ الظلامی علی قوافی الدمالی:۔ یہ ایک عربی قصیدہ ہے جو تین سو چوبیس اشعار پر مشتمل ہے اور علامہ علی بن عثمان بن محمد الدوشی رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور "قصیدہ امالی" کے طرز پر لکھا گیا ہے جس میں اہل سنت وجماعت کے عقائد کا ثبوت اور باطل عقائد کا رد بیان ہوا ہے۔ یہ ایک بار شائع ہو چکی ہے لیکن آج کل نایاب ہے۔ مولانا محمد متین صاحب خطیب جامع مسجد خورد چمکنی نے اس کا اردو ترجمہ کیا جو ابھی طبع نہیں ہوا۔

۲۔ المعالی شرح قصیدۂ امالی:۔ قصیدہ امالی کی فارسی شرح ہے جو ایک مقدمہ اور دس ابواب پر محیط ہے اور ۹۳۸ صفحات پر مشتمل خطی نسخہ ہے۔

۳۔ توضیح المعانی:۔ یہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب "خلاصہ کیدانی" کا منظوم پشتو ترجمہ ہے اس کے آخر میں

میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے چند عبرت آموز حکایات، اپنا شجرۂ نسب و شجرۂ طریقت بھی قلم بند کیا ہے۔ یہ بھی مخطوطے کی شکل میں ہے۔

۴۔ د پختنو نسب (افغانوں کا نسب نامہ): یہ بھی منظوم پشتو میں لکھی گئی ہے۔

۵۔ شمائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم: یہ بھی پشتو نظم میں لکھی گئی ہے اور ابھی تک شائع نہیں ہوئی۔

۶۔ شمس الہدیٰ: یہ عربی زبان میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے ایمان پر لکھی گئی ہے جو ۴۴۴ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں آپ نے اُن تمام روایات کو من گھڑت اور کفار و منافقین کی سازش قرار دیا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کی نجات اور ایمان کے خلاف ہیں۔ نیز اس ضمن میں فقہ اکبر کی عبارت پر بحث کرتے ہوئے متعلقہ عبارت کو ایک معتزلہ عالم کی تحریف ثابت کیا ہے علاوہ ازیں زمخشری کی روایات پر بھی کڑی تنقید کی ہے۔ یہ کتاب بھی ابھی تک طبع نہیں ہوئی جس کی اشاعت وقت کی اشد ضرورت ہے۔

۷۔ ظواہر السرائر: یہ فارسی زبان میں تقریباً آٹھ سو صفحات پر مشتمل مخطوطہ ہے جو تاریخی لحاظ سے بڑی اہمیت کا حامل ہے اس میں ۱۱۱۲ھ تک آپ کی تمام مصروفیات کا ریکارڈ ہے اور حضرت شیخ سعدی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے احوال و آثار قلم بند کیے گئے ہیں۔ پنجاب یونیورسٹی سے ایک طالب علم نے اس کو ایڈٹ کیا ہے۔ اگر پشاور یونیورسٹی سے بھی ایسے تاریخی اور علمی و ادبی اہمیت کے حامل مخطوطات کی تدوین کا سلسلہ شروع ہو جائے تو یہ ایک بہت بڑی علمی خدمت ہوگی۔

۸۔ نصیحۃ عباد اللہ وامۃ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: یہ تمباکو نوشی کی حرمت پر لکھا گیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے دلائل کے ساتھ یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ میاں محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف نہیں بلکہ آپ کے ساتھ منسوب کیا گیا ہے۔

دسویں باب میں میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد امجاد کے احوال اور اُنکی دینی و علمی خدمات پر بھی روشنی ڈالی ہے جبکہ گیارہویں باب میں آپکے پچاس سے زائد خلفاء اور معروف مریدین کے حالات قلم بند کیے گئے ہیں علاوہ ازیں کتاب میں جگہ جگہ مذکور اصطلاحات تصوف مع تعریف آخر میں یکجا

حروف تہجی کے لحاظ سے دی گئی ہیں جبکہ اڑھائی صد کے قریب حوالہ جاتی ماخذ "مراجع و مصادر" کے عنوان سے اور سب سے آخر میں اشاریہ بھی حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب کر کے شامل کیا گیا ہے۔

حضرت میاں محمد عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ مادرزاد اویسی مشرب ولی اللہ تھے لیکن اس کے باوجود آپ نے طریقت کے مروجہ نظام سے مستفیض ہونے کیلئے باقاعدہ طور پر شیخ المشائخ حضرت شیخ یحیٰی المعروف اٹک حضرت جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دست اقدس پر بیعت کر کے اُن کی رہنمائی میں تصوف کے تربیت حاصل کی اور سلوک و معرفت کی اعلیٰ منازل طے فرمائیں۔ ڈاکٹر صاحب نے خود میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی نگارشات کی روشنی میں ان حقائق کی تفصیلات فراہم کی ہیں۔ یہ اُن لوگوں کیلئے لمحہ فکر ہے جو بغیر مرشد کی زیرنگرانی تربیت حاصل کرنے اور اُس کی اجازت کے بغیر از خود پیر بن کر اپنی اور دوسروں کی گمراہی کا سبب بن جاتے ہیں۔

مقالہ ہٰذا کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ محترم ڈاکٹر صاحب نے اس کی تیاری میں بڑی محنت اور عرق ریزی سے کام لیا ہے۔ آپ نے بارہویں صدی ہجری کے اس جلیل القدر عالم، فاضل اور شیخ کامل پر تحقیق کر کے قابل تقلید کارنامہ انجام دیا ہے۔ آپ نے اگر ایک طرف اس عظیم المرتبت ہستی کے روشن حالات واقعات کو محققانہ انداز میں یکجا کر کے سرحد و افغانستان کے پٹھانوں خصوصاً اہل طریقت پر احسان کیا ہے تو دوسری طرف اپنے آبائی وطن کی مٹی کا قرض بھی چکا دیا ہے کیونکہ ڈاکٹر صاحب خود باجوڑ کے باشندے ہیں اور حضرت میاں محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ کے آباؤاجداد بھی اسی سرزمین کے باسی تھے۔

مقالہ اسلامیہ کالج پشاور کے طرف سے سفید کاغذ پر طبع کیا گیا ہے۔ کتابت تقریباً اغلاط سے پاک ہے گتے کی سادہ جلد ہے۔ کتاب پر قیمت درج نہیں البتہ یہ اسلامیہ کالج کے کتب خانے سے مبلغ ۱۲۰ روپے میں حاصل کی جا سکتی ہے جبکہ محققین اور طالب علموں کو خصوصی رعایت کے ساتھ مبلغ ۹۰ روپے میں فراہم کی جاتی ہے۔

غزل

وارث کرمانی

لاکھ ناداں ہیں مگر اتنی سزا بھی نہ ملے
چارہ سازوں کو میری شامِ بلا بھی نہ ملے

حسرت آگیں تو ہے ناکامی منزل لیکن
لطف تو جب ہے کہ خود اپنا پتا بھی نہ ملے

کچھ نگاہوں سے غمِ دل کی خبر ملتی ہے
ورنہ ہم وہ ہیں کہ باتوں سے ہوا بھی نہ ملے

خواہش داد رسی کیا ہو ستمگر سے، جہاں
آنکھ میں شائبہ عذر جفا بھی نہ ملے

اس قدر قحط بصیرت بھی نہیں اے واعظ!
ہم بتوں کیلئے نکلیں تو خدا بھی نہ ملے

عشق وہ عرصہ پر خار ہے، ہمدم! کہ جہاں
زندگی راس نہ آئے تو قضا بھی نہ ملے

کیا قیامت ہے طبیعت کی روانی وارث
کوئی ڈھونڈے تو نشانِ کفِ پا بھی نہ ملے